انگلستان کا طریقۂ حکومت

مکتبہ جامعہ دہلی

اِنگلستان کا طریقۂ حکومت

(مبتدیوں کے لئے)

مرتبہ

شانتی سروپ شاستری

مکتبہ جامعہ

دہلی، نئی دہلی، لاہور، لکھنؤ، بمبئی

طبع اوّل ۱۰۰۰ — قیمت ۱۲

فہرست مضامین

عرض ناشر

ہر ملک کا اپنا طریقۂ حکومت ہوتا ہے۔ اس کتاب میں برطانیہ کے طریقۂ حکومت کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ اس میں برطانیہ کے دستور کی تشریح کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے محض مبتدیوں کے لئے آسان اردو میں انگلستان کے دستور کی موٹی موٹی باتیں بتائی گئی ہیں۔ مقصد محض واقفیت بہم پہنچانا ہے۔

انگریز شہری

انگریز شہری کو اپنی قوم پر بہت ناز ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے ملک میں آزادی کی زندگی بسر کرتا ہے، بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی جہاں کہیں جا کر آباد ہوا ہے، اپنی آزاد حکومتیں قائم کی ہیں، پھر متعدد ممالک پر اس کی حکومت بھی ہے، اس لئے دنیا کی ایک عظیم الشان سلطنت کے فرد ہونے کی حیثیت سے وہ اپنے اوپر فخر کر سکتا ہے۔

حالانکہ دوسری قوموں نے بھی دنیا کی تاریخ میں نہایت شاندار کارنامے چھوڑے ہیں، مگر انگریزوں کا دعویٰ ہے کہ ان کو آزادی سے خاص محبت ہے اور دوسروں کے ساتھ بھی ان کا سلوک بہت آزادانہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کے دوسرے ملکوں کی مثالیں لیجئے۔ بعض ملکوں کے لوگ قانون کے بوجھ کے نیچے اتنے دبے ہوئے ہیں کہ ایک قدم بھی آزادی سے نہیں اٹھا سکتے، اور بعض ملکوں میں آزادی اگر ہے بھی تو صرف نام کی۔ برطانیہ کے شہری اپنا یہ حق سمجھتے ہیں، کہ ہر ایک کو خوراک، لباس، رہائش، علم اور تحفظ حاصل ہو۔ اگر کوئی اپنے لئے خود چیزیں مہیا نہ کر سکتا ہو تو قوم کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی مدد کرے۔

ان مراعات کے بدلے میں ہر شہری کو اپنے اوپر چند خاص ذمہ داریاں اور فرائض لینے ضروری ہیں۔ مثلاً اپنے ملک کی مالیات میں اس کو اپنا حصہ پورا کرنا چاہیئے، اور اگر اس پر کسی طرف سے حملہ ہو تو ملک کی حفاظت کرنے کے لیے اسے تیار رہنا چاہیئے، ورنہ انگلینڈ میں ایک انگریز شہری کا وجود بے سود ہے۔ یہ ہیں وہ خصوصیات جو ایک انگریز شہری کا طرۂ امتیاز ہیں۔

بادشاہ

زمانۂ دراز سے انگریز قوم کے بادشاہ کو پورے پورے اختیارات حاصل تھے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق عمل کرتا تھا۔ جس سے وہ خوش ہوتا تھا اسے اعلیٰ عہدے دیتا تھا، اور جس سے ناراض ہوتا تھا اسے بغیر مقدمہ کے موت کی سزا دے دیتا تھا۔ اس کی زبان قانون ہوتی تھی اور وہ اپنی سہولت کے مطابق لوگوں سے ٹیکس یا لگان وصول کر سکتا تھا۔ غرض وہ مختار مطلق ہوتا تھا۔ آج انگلستان میں وہ دن نہیں رہے۔ اب بادشاہ کو ملک کے قانون کے مطابق حکومت کرنی پڑتی ہے۔ اور تاجپوشی کے وقت اس سے مندرجہ ذیل سوال کیا جاتا ہے۔

"کیا تم سنجیدگی سے اس بات کا وعدہ کرتے ہو اور حلف لیتے ہو کہ برطانیہ کے لوگوں پر پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون اور اس کے رواج کے مطابق حکومت کرو گے؟"

بادشاہ جواب دیتا ہے "میں سنجیدگی سے ان باتوں کا وعدہ کرتا ہوں"۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ کو اب جو طاقت حاصل ہے وہ اس کو پارلیمنٹ نے دی ہے، اور چونکہ پارلیمنٹ جمہور کی منتخب کردہ مجلس ہے، اس لئے وہ جمہور کی خواہش کے مطابق عمل کرتا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بادشاہ کو کم طاقت حاصل ہے تو پھر اُس کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیا انگریز بادشاہ کے بغیر حکومت نہیں چلا سکتے؟ دوسرے بہت سے ملکوں میں جہاں پہلے بادشاہ تھے وہاں جمہور اب اُن کی ضرورت نہیں سمجھتا، اور ان سے نجات حاصل کر لی ہے۔ فرانس

اسپین، جرمنی، روس اور ترکی اِس کی زندہ مثالیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انگریز قوم بڑی عجیب وغریب قوم ہے۔ وہ ایک طرف جمہوریت پسند ہے یعنی اپنے اوپر خود حکومت کرنا چاہتی ہے۔ دوسری طرف اپنے ملک کی پرانی روایتوں کو بھی قائم رکھنا چاہتی ہے۔ انگریز جہاں اپنے قوم کے جھنڈے یونین جیک سے محبت کرتے ہیں وہاں وہ اپنے بادشاہ کی اطاعت و فرماں برداری بھی کرتے ہیں۔ اور اسے اپنے ملک اور قوم کا باپ مانتے ہیں۔

انگریز قوم کے بادشاہ کو طاقت حالانکہ بہت کم حاصل ہے، مگر اس کے باوجود اسے مشغول بہت رہنا پڑتا ہے۔ اُس کے ذمہ مندرجہ ذیل فرائض رکھے گئے ہیں۔ جب یہ بات واقعات سے ثابت ہو جائے کہ حکومتِ وقت کو جمہور کا اعتبار حاصل نہیں ہے تو وہ پارلیمنٹ کو توڑ دیتا ہے اور اس کے لئے نئے ممبروں کا چناؤ کراتا ہے۔ یہ صرف اس کے اختیار میں ہے اور وہی نئے وزیروں کو مقرر کر سکتا ہے جو حکومت کا کام چلاتے ہیں۔ وہی کسی دوسری طاقت سے لڑائی کا اعلان کر سکتا ہے اور صلح کر سکتا ہے اور وہی برطانیہ کی عدالت عالیہ سے سزا یافتہ شخص کو معاف کر سکتا ہے۔ مگر یہ سب باتیں وہ اپنے وزیر اعظم یا دوسرے حکام کی صلاح سے کرتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق یہ جملہ مشہور ہے کہ بادشاہ کبھی غلطی نہیں کر سکتا۔

جب پارلیمنٹ کے دونوں ایوان (یعنی ایوانِ عوام و ایوانِ امرار) کسی مسودۂ قانون (بل) کو پاس کر دیتے ہیں، تو بل اس وقت تک قانون تصور نہیں ہوتا جب تک بادشاہ کے اس پر دستخط نہ ہو جائیں۔ وہ بغیر اعتراض

کے اس پر دستخط کر دیتا ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ قانون جمہور میں نصف سے زیادہ لوگوں کی خواہش کے مطابق پاس ہوا ہے۔ اسی طرح اور بہت سے کاغذات ہوتے ہیں جن پر اُس کے دستخط لازمی ہوتے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ برطانیہ کے لوگ ایک صدر کا چناؤ کر کے یہ سب اختیارات اس کو دے سکتے تھے لیکن برطانیہ کے باشندوں کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ وہ اُس کو برسر اقتدار رکھنا چاہتے ہیں۔ اُس سے انھیں خاص فوائد حاصل ہیں۔ صدر کا انتخاب اُس جماعت کی طرف سے ہوتا ہے جو تعداد میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ قدرتی امر ہے کہ صدر کا اپنے منتخب کرنے والی جماعت سے تعلق ہوگا۔ لہذا تمام باشندوں کا اس پر اعتماد نہیں ہوگا۔ بادشاہ کو وہ سیاست سے اعلیٰ تصور کرتے ہیں۔ اگر اس کی کوئی ذاتی رائے ہوتی بھی ہے تو وہ اس کو ظاہر نہیں کرتا۔ اس لئے اس کے اوپر سب کو اعتماد ہوتا ہے۔

بادشاہ کو اگر برائے نام بھی مان لیا جائے تو بھی اس کا وجود مفید ہے، اس لئے کہ وہ نو آبادیوں اور ماتحت ملکوں کے نمایاں اشخاص کو شرف ملاقات بخشتا ہے اور دوسرے ملکوں کے سفیروں کو خوش آمدید کہتا ہے۔ وہ جمہور کے خاص خاص مظاہروں میں شامل ہوتا ہے اور متعدد ایسے ضروری فرائض انجام دیتا ہے جو ایک صدر انجام نہیں دے سکتا۔

ایوان عام

لندن میں ویسٹ منسٹر کا محل دریائے ٹیمز کے کنارے واقع ہے اس عمارت میں سینکڑوں کمرے ہیں اور میلوں لمبے راستے ہیں۔ اس میں دو بڑے ہال ہیں۔ ایک میں ایوان عام کے اجلاس ہوتے ہیں اور دوسرے میں ایوان خاص کے۔

ایوان عام اس کا نام اس لئے ہے کہ اس میں عامتہ الناس کی رائے کے مطابق مسائل پر غور ہوتا ہے۔ ایوان عام باشندوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایوان عام میں جمہور کے چنے ہوئے ۶۱۵ ممبر ہوتے ہیں۔ جزائر برطانیہ، انگلینڈ، سکاٹ لینڈ ویلس اور شمالی آئرلینڈ کے علاقوں میں تقسیم ہے۔ ان علاقوں کو پھر چھوٹے چھوٹے انتخابی حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر حلقے سے ایک، دو یا تین ممبروں کا انتخاب ہوتا ہے۔ اس طریقہ پر جو نمائندے منتخب ہوکر آتے ہیں، وہ ایوان عام کے ممبر کہلاتے ہیں اور ہر ایک کو سالانہ ۶۰۰ پونڈ تنخواہ ملتی ہے۔

ایوان عام کا ممبر بننے کے لئے چند مخصوص قابلیتوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ہر عورت و مرد جو برطانیہ کا باشندہ ہے خواہ اس کے والدین برطانوی نہ ہوں، پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے امیدوار ہو سکتا ہے۔ اس کی عمر ۲۱ سال سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔

کوئی انگریز رئیس اس کے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ لیکن سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے رئیس جو ایوان امراء میں نہیں بیٹھتے اس ایوان کی ممبری کے لئے امیدوار ہو سکتے ہیں۔ اس ایوان میں نہ انگلینڈ کے کلیسا کا کوئی پادری

بیٹھ سکتا ہے اور نہ کیتھولک کلیسا کا کوئی پادری اس کے علاوہ دیوالیہ، سزا یافتہ اور پاگل شخص بھی امیدواری کی درخواست نہیں دے سکتا۔

ایوانِ عام کے بہت سے کام ہیں۔ اس کا سب سے بڑا کام ممبروں کے پیش کئے ہوئے قانون پر غور کرنا اور اسے منظور یا نامنظور کرنا ہوتا ہے۔ جب کوئی مسودہ قانون (بل) دونوں ایوانوں سے منظور ہو جاتا ہے، اور بادشاہ کی منظوری اسے حاصل ہو جاتی ہے تو یہ ملک کا قانون بن جاتا ہے۔ اگر ایوانِ عام کی کثرت رائے کسی بل کے حق میں نہیں ہے، تو پھر وہ بل گویا نامنظور ہو گیا۔ اس طرح سے ایوانِ عام اور ایوانِ امرار کی مدد سے ملک کے لئے قانون وضع ہوتا ہے۔

ایوانِ عام میں کام بہت ہوتا ہے۔ اور اس کے بہت سے ممبر بہت زیادہ مصروف رہتے ہیں۔ ایوان کے اجلاس عموماً پونے تین بجے شروع ہوتے ہیں اور رات کے گیارہ بجے تک ہوتے رہتے ہیں۔ جمعہ کے دن آدھے دن کا اجلاس ہوتا ہے اور سنیچر کو چھٹی ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی ضروری امر زیرِ بحث ہوتا ہے تو رات رات بھر ایوان کا اجلاس ہوتا رہتا ہے۔ ہر ممبر کو اپنے حلقۂ انتخاب سے برابر تعلق قائم رکھنا ہوتا ہے اور وہ لگاتار اجلاس کے ایام میں بھی اپنے حلقہ سے آمد و رفت کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔

ممبر کو ایوان کی بحث میں حصہ لینے اور بل پر رائے دینے کے علاوہ اور بھی بہت سے کام کرنے ہوتے ہیں۔ وہ ایک یا دو ضمنی کمیٹیوں میں رکھا جاتا ہے جن کے ذمہ خاص معاملات کی تحقیق ہوتی ہے۔ اس کو اپنی پارٹی کے اجلاسوں میں شامل ہونا پڑتا ہے تاکہ پارٹی کی پالیسی کو کامیاب کر سکے۔ اس کے حلقۂ انتخاب سے اس کے نام مختلف امور پر خطوط آتے رہتے ہیں، ان پر

اسے غور کرنا پڑتا ہے اوران کا جواب دینا ہوتا ہے۔

ممبروں کو اپنے فائدے پر نظر رکھتے ہوئے اپنے حلقۂ انتخاب سے ربط ضبط رکھنا ضروری ہوتا ہے جن کی رائے سے وہ ممبر بنا ہے۔ چناؤ بار بار ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اسے دوبارہ کامیاب ہونا ہوتا ہے تو اس کو اپنے حلقہ کا متواتر دورہ کرنا، تقریریں کرنا، لوگوں کی نظر میں رہنے کے لئے ہر ایک تقریب میں خواہ وہ کسی قسم کی کیوں نہ ہو، شامل ہونا ضروری ہوتا ہے۔

ایوان امراء

ایوان امرار کی تاریخ ایوان عام سے بہت پرانی ہے۔ اس کی ابتدا انگلستان کے نارمن حکمرانوں کے زمانے سے ہوئی۔ اسی زمانے میں بادشاہ کو مجبور کرکے لوگوں نے میگنا کارٹا (یعنی انگریزوں کی ابتدائی قانونی آزادی) کے بل پر دستخط لئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ایوانِ عام کو اس وقت خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی طاقت دن بدن بڑھ رہی ہے اور ایوان امرا کی طاقت کم ہو رہی ہے۔ آج کل تو اس خیال کو تقویت حاصل ہو رہی ہے کہ اس کی اب ضرورت نہیں ہے۔

ایوان امرار کے ۷۰۰ اور ۸۰۰ کے درمیان ممبر ہیں۔ ولیم فاتح (William the Conqueror) کے زمانے میں وہی لوگ ممبر ہوتے تھے جو زمین کے مالک ہوتے تھے۔ چونکہ زمین کی وراثت خاندانی ہوتی تھی اس لئے باپ کے بعد بیٹے کا ایوان امرار میں بیٹھنے کا حق چلا آتا ہے۔

لیکن اس ایوان کے سب ممبر خاندانی نہیں ہیں۔ اس کی تشکیل میں بھی تھوڑی بہت تبدیلی ہوتی چلی آرہی ہے۔ ان دنوں اس کے زیادہ تر ممبر شاہی خاندان کے افراد، ڈیوک، بشپ، دائی کاونٹ، مارکوئیس، ارل، سکاٹ اور آئرلینڈ کے بڑے بڑے تعلق دار (Irish Peers.) ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ تین قانونی لارڈ اور مزید لارڈ بھی ممبر ہوتے ہیں۔ چونکہ ان میں سے کسی کا انتخاب نہیں ہوتا اس لئے ملک کے سامنے یہ جواب دہ نہیں ہوتے۔ ان کی ممبری کی میعاد مقرر نہیں ہوتی بلکہ وہ عمر بھر کے لئے ممبر ہوتے ہیں۔

ایوان امرار کا بڑا کام قانون کے ان مسودوں کی منظوری دینا یا ان

میں ترمیم کرنا ہوتا ہے جو ایوان عام سے منظور ہو کر آتے ہیں۔ کیونکہ جب تک دونوں ایوانوں سے کوئی بل منظوری حاصل نہیں کر لیتا، بادشاہ کے سامنے منظوری کے لئے پیش نہیں ہوتا۔ اکثر اوقات مسودہ ایوان عام میں پہلے پیش ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی ایوان امرار کسی مسودہ کو منظور کر کے ایوان عام کے پاس منظوری کے لئے بھیج سکتا ہے۔ اس امر میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

چونکہ عام بل ایوان عام میں پہلے پیش ہوتے ہیں اور اجلاس کے آخری دنوں میں ایوانِ امرا میں آتے ہیں اس لئے ان ایام میں اس ایوان کو بہت جلد کام ختم کرنا ہوتا ہے، چنانچہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان مسودوں پر کافی غور نہ ہو سکے۔ اس ایوان کے ممبران بیشتر تجربہ کار ہوتے ہیں، اس لئے کہ ان کو آخر عمر میں اس ایوان میں بیٹھنے کا موقع ملتا ہے۔ قانون کی باریکیوں میں ان کا مشورہ اکثر صحیح ہوتا ہے۔ ایوانِ عام میں اتنے تجربہ کار ممبران نہیں ہوتے۔ مذہب کے معاملات میں بشپ کی رائے بہت وزن رکھتی ہے۔ خارجی معاملات میں ایسے ممبران کی رائے، جو پنشن یافتہ، سفیر، وسیرائے، یا نو آبادیوں کے گورنر رہ چکے ہوتے ہیں، خاص اہمیت رکھتی ہے۔

جو بل مالیات سے تعلق رکھتے ہیں ان میں ایوان امرار کو تبدیلی کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔ ایوان عام کے صدر کی یہ تصدیق کہ یہ بل فلاں مد سے تعلق رکھتا ہے کافی ہوتی ہے۔ بعض اوقات دونوں ایوانوں میں باہم اختلاف بھی ہو جاتا ہے اور پہلے تو نوبت یہاں تک پہنچتی تھی کہ ایوان عام ایک بل کو بار بار منظور کرتا تھا، مگر ایوان امرار اسے ہر مرتبہ نامنظور کر دیتا تھا۔ اس مشکل کا حل ۱۹۱۱ء کے پارلیمنٹری ایکٹ سے ہوا جس کے مطابق یہ قانون بن گیا کہ اگر کوئی مسودہ

ایوان امرا میں دو مرتبہ نامنظور ہو جائے تو وہ اُس وقت تو نامنظور ہو جائے گا لیکن اگر دو سال کے اندر اسی کو از سر نو پیش کیا جائے تو ایوان امرا اُسے نامنظور نہیں کر سکتا۔

وزارت

پارلیمنٹ کے بیشتر ممبران کا تعلق کسی نہ کسی سیاسی پارٹی سے ہوتا ہے۔ ان میں سے چند رجعت پسند ہوتے ہیں، کچھ آزادی پسند، کچھ مزدوروں کے نمائندے، کچھ قوم پرست اور کچھ اشتراکی۔ عام انتخاب کے بعد ہر پارٹی کے منتخب ممبران کا شمار کیا جاتا ہے جس پارٹی کی اکثریت ہوتی ہے وہ حکومت (گورنمنٹ) کہلاتی ہے اور باقی پارٹیوں کے ممبر مخالف پارٹی (Opposition) کہلاتے ہیں۔ ہر پارٹی کا ایک لیڈر ہوتا ہے، اور سب سے مضبوط پارٹی کا لیڈر وزیر اعظم بنتا ہے، بادشاہ اُس کو بلاتا ہے اور اُسے کابینۂ حکومت (Cabinet) بنانے کی دعوت دیتا ہے۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق وزیر اعظم اپنی وزارت بنانے کا کام شروع کرتا ہے۔ وزارت پچاس ساٹھ افراد پر مشتمل ہوتی ہے، وزارت کے ہر رکن کو حکومت کا کوئی نہ کوئی محکمہ سپرد کیا جاتا ہے کسی کو امور داخلہ کا محکمہ دیا جاتا ہے، کسی کو نو آبادیوں کا، کسی کو خزانہ کا، اور کسی کو تعلیم کا، غرض ہر محکمہ کے لئے ایک وزیر ہوتا ہے۔

ان عہدوں کے لئے وزیروں کے انتخاب میں وزیر اعظم کو بہت احتیاط رکھنی پڑتی ہے کہ کہیں وزارت میں ایسے لوگ نہ آجائیں جو اس کی تائید اور حمایت کرنے کے بجائے اس کی مخالفت کرنے لگیں، یہ وزرا، وزیر اعظم کی پارٹی میں شامل ہوتے ہیں ان کو معقول تنخواہ دی جاتی ہے۔

(۱) ہر وزیر کو اپنے محکمہ کی پالیسی کی رہنمائی کرنی ہوتی ہے
(۲) محکمہ کو تمام کاموں کی پارلیمینٹ کے سامنے جواب دہی کرنی پڑتی ہے
(۳) اگر اس کے محکمہ کے متعلق بادشاہ اس سے کوئی مشورہ لینا چاہے تو اسے مشورہ اور صلاح دینی ہوتی ہے۔

وزرار کے اوپر اپنے کام کی بڑی زبردست ذمہ داری ہوتی ہے اور ان کو روزانہ نہایت ضروری امور طے کرنے ہوتے ہیں لیکن ان کے کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے بہت سے مددگار ہوتے ہیں۔ سب کے سب سول ملازم اس کی امداد کے لئے ہوتے ہیں۔ ان کی نگرانی کے لئے ایک پختہ کار سکریٹری ہوتا ہے جو پارلیمینٹ کا ممبر نہیں ہوتا۔ سکریٹری پارلیمینٹ کے ساتھ ساتھ تبدیل نہیں ہوتا اس لئے وہ کام کے بارے میں وزیروں کی بہ نسبت زیادہ تجربہ رکھتا ہے جو بدلتے رہتے ہیں۔ وزیر کی براہ راست مدد کے لئے پارلیمنٹری سکریٹری اور نائب سکریٹری ہوتے ہیں یہ سکریٹری پارلیمینٹ کے ممبر ہوتے ہیں۔

ہم نے یہ دیکھا ہے کہ حکومت چلانے کا کام کس طریقہ سے خاص لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے، وزیر اعظم جس کی طاقت بہت کافی ہوتی ہے اس کو ایسے دوستوں کی ضرورت ہوتی ہے جن سے وہ بات چیت کر سکے اور نازک معاملات پر ان سے مشورہ کر سکے، اس کو چند معتبر دوستوں کی ضرورت ہوتی ہے جو ضروری امور میں مشورہ دے سکیں اور انھیں راز رکھ سکیں، اس کے یہی دوست کابینہ کے رکن ہوتے ہیں اور وزیر کہلاتے ہیں۔

کابینہ میں جتنے وزیر ہوتے ہیں ان کے علاوہ وہ چند افراد اور

ہوتے ہیں جو لازمی طور پر کیبنٹ کے ممبر نہیں ہوتے۔ وزیر اعظم جس عمارت میں رہتا ہے وہیں اکثر کیبنٹ کے اجلاس ہوتے ہیں۔ کیبنٹ کے اجلاس کے وقت اخباروں کے نمائندوں کو اس عمارت میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس طریقہ سے کابینہ کی کارروائیوں کو خفیہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کابینہ کے طے شدہ امور جب ایوان عام میں پیش ہوتے ہیں تو چونکہ وہاں وزیر اعظم کی پارٹی کی اکثریت ہوتی ہے اس لئے وہ آسانی سے منظور ہو جاتے ہیں۔

عام انتخاب

جب پارلیمنٹ کی میعاد ختم ہو جاتی ہے یا میعاد ختم ہونے سے پہلے بادشاہ اسے توڑ دیتا ہے تو نیا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ لارڈ چانسلر ہر ایک حلقۂ انتخاب میں ایک انتخابی افسر (Returning officer) مقرر کرتا ہے اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ امیدواروں کی درخواستیں لے اور انتخاب کے سلسلے کے ضروری انتظامات کرے۔ ضمنی انتخاب کی صورت میں یہ کارروائیاں ایوان عام کا صدر کرتا ہے جسے سپیکر کہتے ہیں۔ عام انتخاب کی صورت میں چونکہ ایوان عام کا وجود نہیں ہوتا اور نہ اس کا کوئی سپیکر ہوتا ہے اس لئے یہ انتظامات انتخاب سے پہلے ہی مختلف پارٹیاں اور خاص خاص شخصیتیں اس بات پر غور کرتی رہتی ہیں کہ اب کی مرتبہ ایوان کا نمائندہ کس کو بنایا جا سکتا ہے۔ بڑے غور و خوض کے بعد ہر حلقہ سے دو یا تین امیدوار اپنے نام پیش کرتے ہیں۔ یہ اس حلقہ کی سیاسی پارٹیوں کے با اثر لوگ ہوتے ہیں۔ انتخابی افسر کی طرف سے جب ان امیدواروں کے ناموں کی تصدیق و توثیق ہو جاتی ہے تو انتخاب کا جوش و خروش شروع ہوتا ہے۔ حلقہ کے مختلف حصوں میں جلسے کئے جاتے ہیں، اشتہار تقسیم کئے جاتے ہیں اور امیدوار کے حامی گھر گھر جا کر لوگوں سے اس کے حق میں رائے دینے کے لئے درخواست کرتے ہیں اور رائے دہندوں کو امیدوار کی قابلیتوں اور اس کی خدمات اور مستقبل میں اس کی ذات سے توقعات کا یقین دلاتے ہیں۔

رائے دہندوں کے سلسلے میں کوئی ایسی یادداشت ہونی چاہئے جس سے آسانی سے معلوم ہو جائے کہ کون کون رائے دینے کا حق رکھتا ہے

اس کام کے لئے ہر سال ایک رجسٹر تیار کیا جاتا ہے جس میں ان لوگوں کی فہرست ہوتی ہے جو ووٹ دینے کے حقدار ہوتے ہیں، اس فہرست کی نقلیں گرجا گھروں اور نوٹس بورڈوں وغیرہ پر چسپاں کردی جاتی ہیں تاکہ رائے دہندوں کی فہرست سے ہر شخص کو واقفیت ہو جائے۔

اس فہرست میں ان مردوں اور عورتوں کے نام ہوتے ہیں جن کی عمر ۲۱ سال یا اس سے زیادہ ہو، جو پاگل یا سزا یافتہ نہ ہوں۔ وہ یہ ثابت کر چکے ہوں کہ اس حلقہ میں تین مہینہ تک ان کا قیام رہ چکا ہے یا اس حلقہ میں ان کا کاروبار یا بیوپار رہے ہے۔ وہ کسی ایسی عورت کے خاوند ہیں جس کا اسی حلقہ انتخاب میں کاروبار ہے یا ان عورتوں کے نام جن کے خاوند اس حلقہ میں کاروبار کرتے ہیں جن افراد کے پاس یونیورسٹی کی ڈگری ہوتی ہے اور کسی یونیورسٹی کی فہرست میں ان کا نام رہ چکا ہوتا ہے ان کو دو ووٹ دینے کا حق ہوتا ہے، ایک تو کاروبار کرنے کی حیثیت سے اور ایک یونیورسٹی کی ڈگری پانے والے کی حیثیت سے۔ اس طرح ایسے افراد دو مختلف حلقوں میں ووٹ الگ الگ دے سکتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ قانون بھی ہے کہ ایک شخص دو سے زیادہ ووٹ نہیں دے سکتا اس لئے کہ دو سے زیادہ ووٹ دینے کا حقدار ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس شخص کے پاس زیادہ طاقت ہے اور اس امکان کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی تھا اعتراض تو اس حق کے اوپر بھی کیا جاتا ہے کہ ایک شخص دو ووٹ دینے کا مستحق ہو۔ یہ اعتراض اس بنیاد پر ہے کہ ایک آزادی پسند ملک میں یہ بڑی بے انصافی ہے اس لئے کہ فرد کے حقوق برابر ہونے چاہیئں۔

رائے کی پرچی ڈالنے کے مقررہ دن سے چند روز پہلے رائے دہندوں

کو ایک ایک کارڈ بھیجا جاتا ہے جس پر امیدواروں کے نام اور رائے دینے والے کا نمبر درج ہوتا ہے۔ اگر کسی انتخابی حلقہ میں صرف ایک ہی امیدوار ہوتا ہے تو اس کے انتخاب کے لئے پرچے ڈالنے کی نوبت نہیں آتی اور وہ منتخب سمجھا جاتا ہے۔

ہر انتخابی حلقہ میں مختلف انتخابی مرکز قائم کئے جاتے ہیں جہاں انتخاب کے دن ووٹر آکر اپنی پرچیاں ڈالتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ مرکز مدرسوں میں قائم کئے جاتے ہیں اور اس دن طالب علموں کی چھٹی ہوتی ہے۔ ہر رائے دینے والے انتخابی مرکز پر جاکر اپنا نام اور نمبر تبلاتے ہیں اور پھر منشی (کلرک) ان کو ایک فارم دیتا ہے جس پر امیدواروں کے نام چھپے ہوتے ہیں۔ رائے دینے والا اس فارم کو لیتا ہے اور الگ میز پر جاکر جس امیدوار کو ووٹ دینا ہوتا ہے اس کے نام کے سامنے یہ نشان × بنا دیتا ہے۔ پھر کاغذ کو تہ کرکے ایک بڑے صندوق کے سوراخ میں ڈال دیتا ہے جسے بیلٹ بکس کہتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنا ووٹ پوشیدہ طور پر ڈالتا ہے اور سوا اس کے کسی دوسرے کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اس نے کس کو ووٹ دیا ہے۔

اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کس امیدوار کو ووٹ دیا جائے اور کس کو نہ دیا جائے آسان کام نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص مزدور پارٹی کے امیدوار کو ووٹ دینا چاہتا ہے لیکن مزدور پارٹی کی طرف سے جو امیدوار اس حلقہ سے کھڑا ہوا ہے اسے وہ نہیں چاہتا بلکہ اس کے مقابلہ میں رجعت پسند پارٹی کے امیدوار کو ترجیح دیتا ہے پھر وہ کیا کرے؟ یہ مسئلہ بہت مشکل اور پیچیدہ ہے۔ رائے دینے والوں میں سے کوئی امیدوار کی سیج

دیکھ کر خوش ہوتا ہے کوئی امیدوار کے جھوٹے وعدوں کو سن کر خوش ہوجاتا ہے جنھیں پورا کرنے کا یا تو امیدوار کا ارادہ نہیں ہوتا، یا انھیں پورا کرنے کے لیئے اس کے پاس وسائل نہیں ہیں، اور کچھ لوگ کسی پارٹی کے خلاف اس مقصد سے ووٹ کرتے ہیں کہ کہیں یہ پارٹی طاقتور نہ ہوجائے غرض رائے دینے والوں کو طرح طرح کے فریبوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

جو رائے دینے والے یک طرفہ روش نہیں رکھتے ان کا ووٹ حاصل کرنے کے لیئے ہر امیدوار کے آدمی کوشش کرتے ہیں بعض اوقات لوگ طرح طرح کی ترکیبیں کرتے ہیں مثلاً رائے دینے والے کو رشوت دے کر ووٹ لینے کا طریقہ، مگر اس قسم کے طریقے ناجائز ہیں اور ان کے لیے سخت سزائیں مقرر ہیں۔

جب ووٹ دینے کا وقت ختم ہوجاتا ہے تو تمام صندوق ایک مرکز پر اکھٹے کئے جاتے ہیں اور ان کو کھول کر ووٹوں کا شمار کیا جاتا ہے جن امیدواروں کی پرچیاں سب سے زیادہ ہوتی ہیں ان کے منتخب ہونے کا انتخابی افسر کی طرف سے اعلان کر دیا جاتا ہے۔

آخر میں انتخابی افسر کو کامیاب امیدوار کی تصدیق کے لئے ایک تحریر دینی پڑتی ہے کہ فلاں حلقہ سے فلاں امیدوار ہی کو اس حلقہ کے لوگوں نے ایوان عام کی نمائندگی کے لئے چنا ہے۔ کامیاب امیدوار کو ایوان عام میں بیٹھنے سے پہلے یہ تحریر پیش کرنی پڑتی ہے۔ اس کے بعد اسے بادشاہ سے وفاداری کا حلف لینا پڑتا ہے اور پارلیمنٹ کے ممبروں کی فہرست میں اپنا نام لکھنا پڑتا ہے۔ انتخاب میں کھڑے ہوتے وقت ہر امیدوار کو ۱۵۰ پونڈ بطور زر امانت انتخابی افسر کے پاس جمع کرنے پڑتے ہیں یہ اس بات کا

ثبوت ہوتا ہے کہ وہ امیدوار سنجیدگی سے انتخاب کی مہم میں شامل ہو رہا ہے
جب انتخاب ختم ہو جاتا ہے تو امیدوار کو یہ رقم واپس کر دی جاتی ہے اگر
کوئی امیدوار دی ہوئی رایوں کا کم سے کم آٹھواں حصہ حاصل کرنے سے
قاصر رہتا ہے تو یہ رقم ضبط ہو جاتی ہے

پارلیمنٹ میں قانون کیسے بنتا ہے

ہم نے پہلے اس طریقہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو پارلیمنٹ میں قانون بنانے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے، اس باب میں ہم اس کو ذرا تفصیل سے بیان کریں گے۔

پارلیمنٹ میں جو امر طے ہو جاتا ہے اسے لوگ قانون کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں اور جب تک وہ امر منظور نہ ہو جائے بلکہ غور و بحث کی منزل میں ہو اسے مسودہ قانون یا بل کہتے ہیں۔

بل مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) پبلک بل جن کا اثر ملک میں ہر شخص پر پڑتا ہے وہ ایوان کے کسی بھی ممبر کی طرف سے پیش کئے جا سکتے ہیں۔

(۲) پبلک بل جن کا اثر قسم اول کی طرح سب پر پڑے گا لیکن ان کو کابینہ کے ممبر ہی پیش کر سکتے ہیں۔

(۳) پرائیوٹ بل جن کا اثر صرف چند لوگوں پر ہوتا ہے، مثلاً ریلوے کی کوئی نئی سڑک بننی ہو اور اس کے راستہ میں آنے والے مکان گرائے جاتے ہوں جب یہ اختیار پارلیمنٹ سے حاصل کر لیا جاتا ہے تو آسانی ہوتی ہے اور کوئی مالک مکان مکان کے بدلے سرکاری معاوضہ لینے سے انکار نہیں کر سکتا۔

(۴) احکام جنھیں مختلف سرکاری محکمے اپنے محکمے سے متعلق قوانین عمل میں لانے کے لئے پیش کراتے ہیں۔

عام ممبروں کے پبلک بل۔

اگر کوئی ممبر چاہتا ہے کہ فلاں مقصد کا ایک قانون ملک بھر کے لئے بن جائے تو وہ اس ہونے والے قانون کے متعلق ایک مسودہ تیار کرے گا اور ایوان میں مسودۂ قانون پیش کرنے والوں کی فہرست میں اپنا نام درج کرائے گا۔

جب سب ممبر جو کوئی مسودۂ قانون پیش کرنا چاہتے ہیں اپنے نام دیدیتے ہیں تو ایک قرعہ (لاٹری) ڈالا جاتا ہے اسی قرعہ کے ذریعہ یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ مسودے کس ترتیب سے پیش ہوں گے۔

بظاہر یہ بات بہت آسان معلوم ہوتی ہے لیکن یہ اتنی آسان نہیں ہے۔ عام ممبروں کے بل صرف جمعہ کے روز پیش ہوتے ہیں اور جن ممبروں کے بل بلیٹ میں قرعہ میں پہلے نکل آتے ہیں وہی پہلے پیش ہو سکتے ہیں اس لئے کہ اس دن کام کا وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے۔

کابینے کے پبلک بل۔

یہ وہ مسودے ہوتے ہیں جن کو گورنمنٹ قانونی شکل دینا چاہتی ہے اور ایوان کا زیادہ وقت انھیں میں صرف ہوتا ہے اور توجہ بھی انھیں بلوں پر زیادہ دی جاتی ہے۔

ایوان میں پیش ہونے والے بلوں کو مختلف مرحلوں سے گذرنا ہوتا ہے جنھیں ہم تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

اجلاس کے ایام میں

ہر سینچر کو ایک احکام کی کتاب (آرڈر بک) شائع کی جاتی ہے۔ اس میں ان مسودوں کا اندراج ہوتا ہے جو آئندہ ہفتہ پیش ہونے والے ہوتے ہیں جب بل پر غور کرنے کا وقت آتا ہے تو بل کو پیش کرنے والا ممبر

کلرک کو اس کی ایک نقل دیتا ہے جسے ایوان میں بلند آواز سے پڑھ کر سنا دیا جاتا ہے اس کے بعد پیش کرنے والا ممبر کھڑا ہو کر تجویز پیش کرتا ہے کہ "مسودہ پہلی بار پڑھا جائے" ایک دوسرا ممبر اس کی تائید کرتا ہے اس طریقہ سے بل کی پہلی خواندگی ختم ہو جاتی ہے

دو تین ہفتے کے بعد احکام کی کتاب کے ذریعہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مسودہ کی دوسری خواندگی کے لئے فلاں تاریخ مقرر کی گئی ہے۔

جب مقررہ وقت آتا ہے تو بل پیش کرنے والا ممبر پھر کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ "مسودہ قانون اب دوسری بار پڑھا جائے" ان رسمی الفاظ کے بعد وہ ایک طول طویل تقریر میں بل کی اہمیت بتلاتا ہے اور ایوان کو یقین دلاتا ہے کہ اگر اس مسودہ قانون کو منظور کر لیا گیا تو اس سے بڑے بڑے فوائد مرتب ہوں گے۔

جب وہ اپنی تقریر ختم کرتا ہے تو اس کا ایک دوسرا دوست مسودہ قانون کی تائید میں تقریر کرتا ہے اور مختلف پہلوؤں سے بل کی اہمیت اور اس کے فوائد کو اجاگر کرتا ہے۔

مسودہ قانون کی تائید میں تقریر ہونے کے بعد اس پر پھر موافقت اور مخالفت دونوں طرف سے تقریریں ہوتی ہیں جو لوگ اس کے مخالف ہوتے ہیں وہ یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر یہ قانون بن گیا تو اس کے نتائج نہایت مہلک ہوں گے اس موقعہ پر اگر کسی مخالف ممبر نے یہ تجویز پیش کر دی کہ اس بل کی دوسری خواندگی آج سے چھ ماہ کے بعد ہو اور یہ تجویز ایوان میں منظور ہو گئی تو پھر یہ مسودہ قانون ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر مسودہ کے حق میں زبردست حمایت ہے اور مخالفت بھی زوروں پر ہے تو دونوں طرف سے چند دن تقریریں

ہوتی رہیں گی، جب بل کو پیش کرنے والا دیکھے گا کہ اب مزید بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہے تو وہ یہ تجویز پیش کرے گا کہ اب اس مسئلے پر ایوان کی رائے لے لی جائے۔

جو لوگ مسودہ کی حمایت میں ہوتے ہیں وہ زور سے "ہاں" کہتے ہیں اور اس کی مخالفت کرنے والے اسی طرح زور سے "نا" کہتے ہیں پھر سپیکر نتیجہ کا اعلان کرتا ہے۔ اگر دونوں طرف کی رائے قریب قریب برابر ہوں تو دونوں طرف کے ممبران وہاں سے نکل کر ہال کے دو حصوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور وہاں داخل ہوتے وقت ان کا شمار کیا جاتا ہے۔

فرض کیجئے کہ بل کی دوسری خواندگی بھی منظور ہو گئی، دوسری خواندگی کے بعد مسودہ ایک کمیٹی میں جاتا ہے۔ کمیٹی میں مسودہ کے ایک ایک لفظ کا معائنہ ہوتا ہے اور اس پر بحث ہوتی ہے۔ یہاں بھی ہر ممکن طریقہ سے اس میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ کمیٹی سے باہر آنے کے بعد مسودۂ قانون جس صورت میں پیش ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ بدلی ہوئی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ کمیٹی جس کے سپرد یہ کام ہوتا ہے ایوان کے چند ممبروں پر مشتمل ہوتی ہے جو اس مقصد کے لیے چنے جاتے ہیں یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ سارا ایوان کمیٹی کے طور پر اس پر غور کرتا ہے۔ کمیٹی سے باہر آنے کے بعد مسودۂ قانون تیسری خواندگی کے لیے پھر ایوان عام میں آتا ہے اور جیسے دوسری خواندگی کے وقت یہ منظور ہو گیا تھا اگر تیسری خواندگی کے وقت بھی منظور ہو جائے تو پھر ایوان امرا میں جاتا ہے۔ ایوان امرا میں بھی اس کی ایوان عام کی طرح تین خواندگی ہوتی ہے۔

اگر کوئی بل ان مرحلوں میں سے کسی میں اپنے خلاف کثرت رائے ہونے کی وجہ سے گر جائے تو کہا جاتا ہے کہ وہ بل اب مردہ ہو چکا ہے پھر اس

پر کوئی غور و بحث نہیں ہوتی۔ ایوان امرا کو مالیات سے تعلق رکھنے والے بل کو رد کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ایک بار ایوان عام میں منظور ہو جانے پر دوسرے ایوان کو اسے مجبوراً منظور کرنا پڑتا ہے۔

ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ سب بل ایوان عام ہی سے شروع نہیں ہوتے۔ بعض بل ایوان امرا کی طرف سے بھی پیش کئے جاتے ہیں اور ان کو بھی انہیں مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے جن سے ایوان عام کے مسودوں کو گذرنا پڑتا ہے۔

کسی بل کو جب تمام مراحل سے گذرنے کے بعد دونوں ایوان منظور کر دیتے ہیں تب وہ بادشاہ کے پاس اس کے دستخط حاصل کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے اور شاہی منظوری حاصل ہو جانے پر وہ پارلیمنٹ کا ایکٹ کہلاتا ہے اور ملک کا قانون تصور ہوتا ہے۔

سرکاری محکمے اور ان کے کام

قانون اس وقت تک بالکل بیکار ہے جب تک اسے عمل میں نہ لایا جائے برطانیہ میں پارلیمنٹ جو قانون بناتی ہے، انھیں عمل میں لانے کے لئے مختلف سرکاری محکمے قائم ہیں۔ یہ محکمے ان تمام باتوں کے لئے پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں جو ان کے دائرہ اختیار میں ہوتی ہیں۔ ان محکموں کی تعداد بہت بڑی ہے۔ ہم پہلے ان میں سے محکمۂ امور داخلی، محکمۂ خارجہ وغیرہ کا ذکر کر چکے ہیں۔

ہر محکمے میں کلرکوں اور افسروں کی ایک خاصی بڑی تعداد ہوتی ہے۔ محکموں کے افسر سول ملازم کہلاتے ہیں اور ایک سکریٹری کے ماتحت ہوتے ہیں، جو کابینے کے ایک ممبر کے ماتحت ہوتا ہے۔ کابینے کا یہ ممبر پارلیمنٹ کے سامنے اپنے محکمے کے کاموں کا جواب دہ ہوتا ہے۔ ہر محکمہ کا کام دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ یہاں ہم ان محکموں کے فرائض کا ذرا تفصیل سے مطالعہ کریں گے۔

وزارت بحر (ایڈمرلٹی) :- اس کا سب سے بڑا افسر امیر البحر (فسٹ لارڈ آف ایڈمرلٹی) کہلاتا ہے۔ یہ افسر بادشاہ کے بحری بیڑے کے متعلق جتنے کام ہوتے ہیں، سب کا انتظام اور نگرانی کرتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فرض یہ ہوتا ہے کہ دشمنوں کے حملے سے اپنے ملک کے ساحل کی حفاظت کرے۔ نوآبادیوں کی حفاظت کے کام میں مدد کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے ساتھ ہی ساتھ وہ تجارتی بیڑے کی حفاظت بھی کرتا ہے تاکہ ملک میں تجارتی مال کی درآمد و برآمد کا معقول انتظام ہوتا رہے۔

وزارت جنگ :- (وار آفس) یہ وزارت آرمی کونسل کی رہنمائی میں کام

کرتی ہے۔ وزارت خشکی کی فوج کی ذمہ دار ہوتی ہے جس کے کئی مختلف حصے ہوتے ہیں۔

متعدد ممالک میں ایسا واقعہ پیش آگیا ہے کہ فوج نے جمہور کی کثرت رائے کی مخالفت کرکے اپنے ملک کی حکومت پر قبضہ کرلیا ہے مگر برطانیہ میں اس قسم کے حادثے کا امکان نہیں ہے۔ برطانیہ میں ہر سال فوجی بجٹ منظور کیا جاتا ہے۔ اور من مانی خرچ کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس لئے بحری خشکی اور ہوائی فوج کبھی باغی بھی ہوجائے تو بھی وہ بغیر روپیہ کے کچھ نہ کرسکے گی۔

ہر سال کے بجٹ میں فوج کے لئے بھی ایک مد منظور کی جاتی ہے اگر کبھی خاص حالات کے ماتحت زیادہ خرچ کی ضرورت ہوتی ہے تو ملک اس خرچ کو دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔

یہ وزارت بھی وزارت جنگ کی طرح ہوائی کونسل کی رہنمائی میں کام کرتی ہے۔ اور ملک پر ہوائی جہازوں کے حملے سے محفوظ رکھنے کی تدابیر اختیار کرتی ہے۔

وزارت داخلہ۔ (ہوم آفس) یہ محکمہ ملک کے اندرونی معاملات سے تعلق رکھتا ہے اور لوگوں کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے شہر لندن کی پولیس کے علاوہ باقی تمام پولیس کی طاقت اس کے ماتحت ہوتی ہے۔ اسی وزارت کے ماتحت وظیفہ خوار یا تنخواہ دار منصف اور جج وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔

کارخانوں سے تعلق رکھنے والے قوانین، قبرستان کے انتظامات بچوں کی تعلیم و تربیت، جیل خانوں اور پاگل خانوں کا انتظام اور نگرانی اور دستکاری کے اسکولوں اور مرکزوں کے انتظامات بھی اسی وزارت کے

ماتحت ہوتے ہیں۔

لوکل گورنمنٹ بورڈ:۔ میونسپل بورڈوں ڈسٹرکٹ کونسلوں اور کونٹی کونسلوں کے اوپر مقامی کاموں کی ذمہ داری ہوتی ہے، انھیں قومی معاملات سے سروکار نہیں ہوتا۔ ملک میں اس قسم کی سینکڑوں مجلسیں اور کمیٹیاں قائم ہیں، اس بورڈ کا کام ان مقامی کمیٹیوں کے کام کی نگرانی کرنا ہوتا ہے تاکہ یہ خوش اسلوبی کے ساتھ قانون کے ماتحت رہ کر اپنا کام چلائیں

تجارتی بورڈ (بورڈ آف ٹریڈ):۔ اس بورڈ کا تعلق تجارتی اور کاروباری معاملات سے ہوتا ہے۔ رجسٹرڈ اشیاء، ٹریڈ مارک، دیوالیہ ناپنے اور وزن کرنے کے پیمانے، ریل، پانی، گیس، بنک، بیمہ کمپنیاں اور تجارتی کشتیاں اور اسی قسم کے دوسرے تجارتی امور اس کے ذمہ ہوتے ہیں۔

زراعت اور ماہی گیری کا بورڈ:۔ یہ زراعت جانوروں اور مچھلیوں کے شکار اور پیداآور کاشت نئی اور اچھی نسل کی مچھلیوں کی پرورش و پرداخت کا انتظام اور ماہی گیری اور زراعت کے دوسرے امور اس بورڈ سے متعلق ہوتے ہیں۔

تعلیمی بورڈ:۔ یہ بورڈ ملک کی تعلیم سے تعلق رکھنے والے قوانین کی نگرانی اور ان کی تعمیل کرتا ہے۔ ملک میں سرکاری اور دوسرے بچوں کے جو بھی چھوٹے و بڑے مدرسے چلتے ہیں ان کی نگرانی کرتا ہے۔ ایک انسپکٹر جب کبھی اسکول میں جاتا ہے تو اس کی حیثیت بورڈ کے نمائندے کی ہوتی ہے۔

محکمہ ڈاک:۔ اس محکمہ کا افسر اعلیٰ پوسٹ ماسٹر جنرل ہوتا ہے اس کے ذمہ مختلف قسم کے کام ہوتے ہیں، مثلاً خطوط رسانی، ڈاک کے ٹکٹوں کی فروخت ٹیلیفون وغیرہ، ان کے علاوہ سیونگ بینک کا کام بھی اسی محکمے کے سپرد ہے

گورنمنٹ دوسرے محکموں پر بڑی بڑی رقمیں صرف کرتی ہے مگر یہ محکمہ ہر سال لاکھوں پونڈ کا منافع دکھاتا ہے۔

وزارت خارجہ:۔

اس وزارت کے ذمہ بیرونی تعلقات کی نگرانی اور رہنمائی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں کے تحفظ اور مساوات کی دیکھ بھال بھی یہی وزارت کرتی ہے جو دوسرے ملکوں میں رہتے اور کاروبار کرتے ہیں جو لوگ دوسرے ممالک میں جانا چاہتے ہیں ان کے لئے پروانۂ راہداری بھی یہی محکمہ کرتا ہے جس پر اس محکمہ کے سکریٹری کے دستخط ضروری ہوتے ہیں۔

ٹیکس۔ (محاصل)

ملک کا انتظام کرنے کے لئے ہر حکومت کو روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ فوج، ہوائی بیڑہ، بحری بیڑہ، پولیس، تعلیم، بوڑھوں اور بے روزگاروں کی امداد سول اور فوجی ملازموں کی تنخواہیں غرض سینکڑوں مدیں ہوتی ہیں جن پر یہ روپیہ صرف کیا جاتا ہے برطانیہ کا یکم اپریل ۱۹۳۷ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۳۸ء تک کا خرچ ۸۶۳،۰۰۰ ... پونڈ تھا۔

برطانیہ کی آبادی ... ۴۷،۰۰۰ ہے مگر سب بالغ نہیں ہیں اور نہ سب لوگ باروزگار اور حکومت کے ملازم ہیں، اگر یہ رقم پوری آبادی پر برابر برابر تقسیم کر دی جائے تو ایک آدمی کے حصے میں تخمیناً ۱۸ پونڈ آتے ہیں مگر سب لوگ محصول نہیں ادا کرتے اس لئے کہ آبادی کی اس تعداد میں بچے بھی ہیں اور بے روزگار اور معذور لوگ بھی ہیں جن پر حکومت محصول لگانے کے بجائے خرچ کرتی ہے، مگر ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اتنے دولت مند ہیں کہ ۱۸ پونڈ

تو کیا اس سے کئی گنا محصول آسانی سے ادا کر سکتے ہیں۔ اس لئے گورنمنٹ سب لوگوں پر برابر ٹیکس نہیں لگاتی بلکہ آدمی کی استطاعت دیکھ کر ٹیکس مقرر کرتی ہے۔ ایک امیر آدمی جس کے پاس بافراط روپیہ ہے اسے کافی ٹیکس دینا پڑتا ہے مگر جو غریب ہے اسے یا تو بالکل کوئی محصول دینا ہی نہیں پڑتا یا دینا پڑتا بھی ہے تو اتنا جسے وہ آسانی سے برداشت کر سکے۔

اخراجات کا حساب رکھنا اور ٹیکس وصول کرنا بہت اہم کام ہے جو ایک خاص سرکاری محکمے کے ماتحت ہے۔ اس محکمے کے افسر اعلیٰ کو وزیر خزانہ (چانسلر آف ایکس چیکر) کہتے ہیں۔ وزیر خزانہ ہر سال ملک کے اخراجات کا ایک تخمینہ بناتا ہے جسے بجٹ کہتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ ہر سال کے خزاں کے موسم میں تمام محکموں کو لکھتا ہے کہ وہ اگلے سال کے لئے اپنے محکمے کے اخراجات کا تخمینہ پیش کریں۔

پھر ہر محکمہ اپنے حسابات کی جانچ کرے گا اور اگلے سال کے اخراجات کا ایک تخمینہ تیار کر کے وزیر خزانہ کو بھیجے گا۔

جب سب محکمے اپنے اخراجات کے تخمینے وزیر خزانہ کے پاس بھیج دیتے ہیں تو وہ انھیں پارلیمنٹ کے سامنے منظوری کے لئے پیش کرتا ہے۔ پارلیمنٹ ہفتہ میں کسی دن کمیٹی کی صورت میں اپنا اجلاس کرتی ہے اور بجٹ پر غور و خوض ہوتا ہے۔ کہیں کسی مد میں ترمیم کر دی جاتی ہے اور کہیں جوں کا توں رہنے دیا جاتا ہے۔ محکمہ اتنی ہی رقم کا مطالبہ کرتا ہے جتنی ملنے کی اسے امید ہوتی ہے اس لئے پارلیمنٹ کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ فلاں محکمے نے زیادہ رقم طلب کی ہے اور فلاں نے کم۔

اب وزیر خزانہ یہ اندازہ لگاتا ہے کہ اگلے سال پورے خرچ کے

لئے اسے کتنی رقم کی ضرورت ہوگی۔ یہ صورت حال عموماً امن کے زمانے میں
ہوتی ہے۔

جب میزانیہ یا بجٹ تیار ہو جاتا ہے تو سب سے مشکل کام یہ پیش
آتا ہے کہ روپیہ کیسے حاصل کیا جائے۔ مارچ اور اپریل کے مہینوں میں وہ
وزیر اعظم، کابینے کے دوسرے ممبروں، محکمہ کے افسروں اور دوسرے قابل
اعتبار لوگوں سے مشورہ کرتا ہے۔ یہ سب باتیں اس کو پوشیدہ رکھنی پڑتی
ہیں اس لئے کہ اگر آمدنی یا خرچ کی کوئی مد ظاہر ہو جائے تو بیوپاری لوگ اس
سے ناجائز فائدے اٹھانے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔

جس دن ایوان عام میں بجٹ پر بحث ہونی ہوتی ہے اس روز بڑی
دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس روز ایوان کے تمام ممبران حاضر رہنے کی کوشش
کرتے ہیں اور اخباروں، کے نمائندوں سے ہال بھر جاتا ہے۔

جب بجٹ کے پیش ہونے کا وقت آتا ہے تو وزیر خزانہ اپنا مجوزہ
بجٹ ایوان کے سامنے پیش کرتا ہے، اگر بجٹ گذشتہ سال کی طرح کا ہے
تب تو بحث میں کوئی گرمی نہیں ہوتی اور دلچسپی بھی کم رہتی ہے لیکن اگر بجٹ
میں اخراجات کا تخمینہ زیادہ لگایا گیا ہے تو ظاہر ہے آمدنی کے ذرائع بھی
بڑھائے گئے ہوں گے، اس صورت میں وزیر خزانہ کی بجٹ کی تقریر میں بڑی
دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اور بجٹ میں گرمی آ جاتی ہے۔

آمدنی کا نفع بخش ذریعہ وہ محصول ہوتا ہے جو لوگوں کی آمدنی پر لگایا
جاتا ہے اس کو انکم ٹیکس کہتے ہیں۔ پچھلے دس سال تک انکم ٹیکس کی اوسط شرح
۴ شلنگ ۶ پنس تھی اور ۳۰-۱۹۲۹ء میں یہ شرح ۵ شلنگ ۶ پنس فی پونڈ ہوگئی
سو پونڈ سالانہ کی آمدنی رکھنے والے شخص پر ٹیکس نہیں لگایا جاتا مگر جب آمدنی

سو پونڈ سے بڑھ جاتی ہے تو اس شرح سے اسے ٹیکس دینا پڑتا ہے، مگر یہ ٹیکس بھی اسی وقت عاید ہوتا ہے جب اپنی آمدنی کے خرچ میں اس کے علاوہ کوئی اور حصے دار نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر سو پونڈ سے زیادہ کمانے والا آدمی شادی شدہ ہے تو اسے یہ ٹیکس نہیں دینا پڑے گا، بلکہ جب اس کی آمدنی ۱۸۰ پونڈ سالانہ ہو جائے گی اس وقت اسے یہ ٹیکس دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر اس کے پاس ۱۶ سال سے کم عمر کے بچے بھی ہیں تو اسے ۱۶ پونڈ سالانہ فی بچہ اور رعایت مل جاتی ہے اور اس طرح اسے ۲۴۰ سے زیادہ کی آمدنی ہونے پر ٹیکس دینا ہوگا۔ پھر اگر اسے کسی بے روزگار یا معذور رشتہ دار کی مدد کرنی پڑتی ہے یا زندگی کے بیمے کا چندہ دینا پڑتا ہے تو یہ ٹیکس معاف کر کے اس کی آمدنی میں بڑھا دی جاتی ہے، مگر ان سب رعایتوں کے باوجود اس کے بعد کی ۱۳۵ پونڈ کی آمدنی پر نصف شرح سے انکم ٹیکس لگایا جاتا ہے۔

ان رعایتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جس مرد یا عورت کی آمدنی اس کے ضروری اخراجات کے برابر ہوتی ہے تو اس کو ٹیکس کم ادا کرنا پڑتا ہے، جس کی آمدنی اس کے اخراجات سے زیادہ ہوتی ہے اسے زیادہ ٹیکس دینا پڑتا ہے۔

اس کے علاوہ جن لوگوں کی آمدنی ۲۰۰۰ پونڈ سالانہ سے زیادہ ہوتی ہے ان سے زیادہ شرح سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، اس مد سے حکومت کو تخمیناً ۵ کروڑ پونڈ کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔

یہ تو ہوئی محصول آمدنی کی مد۔ اس کے علاوہ وراثت کا ٹیکس ہے جو کسی کے مرنے کے بعد اس کی جائداد کے وارث سے وصول کیا جاتا ہے اس مد سے ۸ کروڑ ۷۰ لاکھ پونڈ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ پھر کسٹم یا چنگی کے محاصل ہیں جو دوسرے ملکوں سے آنے والی اشیاء پر وصول کیے جاتے

ہیں۔ اس مد سے تقریباً بیس کروڑ پونڈ کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ شراب وغیرہ کے محصول سے تقریباً دس کروڑ پونڈ اور موٹر کے لائسنس رکھنے والوں سے ۳ کروڑ پونڈ اور پوسٹ آفس سے ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ کا سالانہ منافع ہوتا ہے۔

محصول آمدنی کے علاوہ باقی جتنے ٹیکس ہیں وہ اس طرح وصول کئے جاتے ہیں کہ ادا کرنے والے کو گراں نہیں گزرتا۔ کہنے کو تو کم آمدنی والے سے محصول نہیں وصول کیا جاتا لیکن پھر بھی ہر آدمی کی آمدنی کا ایک حصہ مختلف طریقوں سے گورنمنٹ وصول کر لیتی ہے۔ مثلاً ایک کلرک کو لیجئے جس کی آمدنی بہت قلیل ہے مگر جب وہ ایک شلنگ کا ایک پیکٹ سگریٹ خریدتا ہے تو حکومت اس کے اِس ایک شلنگ میں ایک حصہ کی حقدار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ ایک گلاس شراب پر جو رقم خرچ کرتا ہے اس میں حکومت کا بھی حصہ ہوتا ہے۔ اس کی بیوی بازار میں چاء یا شکر یا کوئی اور چیز خریدنے جاتی ہے تو جو رقم وہ خرچ کرتی ہے اس میں ایک حصہ حکومت کا بھی ہوتا ہے۔

اصل میں ہوتا یہ ہے کہ حکومت ضرورت کی ہر چیز پر محصول لگاتی ہے مگر ان چیزوں کی تجارت کرنے والا محصول کی رقم کو پھیلا کر چیزوں کی اصلی قیمت میں جوڑ دیتا ہے۔ مثلاً سگریٹ پر جو محصول لگایا گیا ہے اس کی شرح ایک پونڈ فی صد پیکیٹ ہے تو ایک پیکیٹ پر ڈھائی پنس آیا۔ اگر ایک پیکیٹ کی اصلی قیمت ۹½ پنس ہے تو محصول کی رقم لگا کر اس کی قیمت ایک شلنگ ہوئی اس ایک شلنگ میں ڈھائی پنس جو خریدنے والے نے دئے ہیں وہ حکومت کا حق ہے۔ اسی طرح دوسری چیزوں کا حال ہے۔ غرض چیزیں خریدنے والا چیزوں کو خریدتے وقت اپنی آمدنی کا ایک حصہ حکومت کو دیتا ہے۔ یہی حالت سینما گھر سینما کا ٹکٹ خریدتے وقت، موٹر کار کے لئے پٹرول خریدتے وقت،

اور دوسری ضرورت کی چیزیں خریدتے وقت ہوتی ہے۔ اس طرح حکومت ہر شہری کی آمدنی میں سے اپنا حق بھی وصول کر لیتی ہے اور کسی کو گراں بھی نہیں گذرتا۔

جرائم اور عدالتیں

برطانیہ میں اگرچہ لوگ دیانتداری سے قانون کی پابندی کرتے ہیں کابل میں گدھے بھی ہوتے ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں اچھائی برائی میں کسی قسم کی تمیز نہیں ہوتی۔

ایسے لوگ ملک پر اپنی نالایقی کے سبب سے کافی بار ڈالتے ہیں ان کی کارروائیوں کی روک تھام کے لیے اور سیدھے سادے شریف لوگوں کو ان کے پنجے سے بچانے کے لیے ایک اچھی تعداد میں پولیس کے سپاہیوں، عدالتوں اور منصفوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

جرائم بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں ان میں کچھ سنگین ہوتے ہیں اور کچھ معمولی روپے کے لالچ میں کسی کا کسی کو قتل کر ڈالنا اور کسی بچے کا کسی باغ میں ایک سیب کی چوری کرنا دونوں جرم ہیں اور دونوں حالتوں میں سوچ سمجھ کر جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے لیکن دونوں جرموں کی ایک ہی حیثیت نہیں ہے۔

لیکن بعض جرائم سمجھ بوجھ کر نہیں کیے جاتے۔ چند جرائم کا ارتکاب یکایک ہو جاتا ہے، مثلاً ایک عورت ہے اس نے کسی نمایش میں کوئی خوبصورت چیز دیکھی، اس کا جی للچا گیا اور اس نے آپے سے باہر ہو کر اسے گم کر دیا یا چرا لیا۔ اس حالت میں جرم کا ارتکاب تو ہوا لیکن عورت کو پہلے سے اس کا خیال نہ تھا اور لالچ میں اپنے اوپر قابو نہ رہنے کے سبب سے یکایک سرزد ہو گیا اور اس کے علاوہ اور بھی بہت قسم کے جرائم ہوتے ہیں کوئی شخص اپنی موٹر کار کو بہت تیز چلاتا ہے اور متعدد آدمیوں کو زخمی کر دیتا ہے کوئی شہدہ ہے اس نے حد سے زیادہ شراب پی لی اور اپنی مذموم حرکتوں سے

لوگوں کو پریشان کرنے لگا کوئی لوگوں کو گمنام خطوط لکھ کر دق کرتا ہے کوئی بازار سے چیزیں خریدتا ہے اور ان کی قیمت ہڑپ کر لیتا ہے۔ غرض طرح طرح کے جرائم ہوتے ہیں جن کی روک تھام کے لئے حکومت نے مختلف قانون بنا رکھے ہیں۔

فرض کیجئے کہ کسی شخص نے کوئی جرم کیا پولیس اسے بغیر اس بات کا خیال کئے کہ مجرم کا جرم سنگین ہے یا معمولی گرفتار کرے گی پہلے قانون کے مطابق اس کے اوپر الزام لگائے گی اور ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر ملزم کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر دے گی، البتہ اتوار یا کسی بڑے تہوار کے روز اس کی پیشی ملتوی رہے گی۔

اگر مقدمہ سنگین نہیں ہے تو حاکم عدالت اس کا فیصلہ جلد ہی سنا دے گا اور کچھ جرمانہ یا تھوڑی سی مدت کے لئے قید کی سزا دے دے گا اور بس۔

اگر جرم سنگین ہے اور عدالت میں پیشی کے وقت اس پر غور کرنے کے لئے کافی وقت نہیں ہے تو اس کے فیصلے کے لئے ایک ہفتہ کا وقفہ دیا جائے گا، وقفے کی یہ مدت بڑھ بھی سکے گی حتیٰ کہ پولیس الزام کی موافقت میں اور ملزم کا مختار یا وکیل ملزم کی صفائی میں شہادتیں مکمل کرلے معمولی جرائم کی سزا تو پولیس کی عدالت خود دیدیتی ہے اور اس کا فیصلہ جلد ہو جاتا ہے لیکن اگر سنگین مقدمہ ہوا جس کا ہم ذکر رہے ہیں تو وہ مقدمہ بڑی عدالتوں (سیشن یا اسائز) میں پیش ہوگا، ایسے مقدمے اکثر طویل ہو جاتے ہیں اور جب تک ملزم پر جرم ثابت نہیں ہوتا وہ معصوم خیال کیا جاتا ہے اور ایک معصوم شخص کو قید میں رکھنا کوئی مناسب خیال نہیں کرتا اس لئے حتی الامکان اسے ضمانت پر رہا کر دیا جاتا ہے اور عدالتوں کی تاریخوں پر

برابر حاضر ہونے کی تاکید کر دی جاتی ہے۔

ضمانت پر رہا کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ ملزم ایک آزاد شہری کی طرح آزادی سے زندگی گذار سکے۔ لیکن وہ ملک کو چھوڑ کر باہر نہیں جا سکتا۔ ضمانت کے لئے یہ امر ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کوئی دوست یا رشتہ دار ایک خاص رقم ادا کرنے کا وعدہ کرے تاکہ اگر ملزم وقت پر اپنے مقدمے کے لئے حاضر عدالت نہ ہو تو وہ رقم ضبط کر لی جائے اور ضمانت کرنے والا زیر بار ہو۔ اس لئے ضمانت کرنے والا ہر طرح کی کوشش کرتا ہے کہ ملزم ہر تاریخ پر عدالت میں حاضر رہے۔ اگر ملزم کہیں بھاگ جاتا ہے تو اول تو ضمانت دینے والے کو وہ رقم دینی پڑتی ہے اور ملزم کی گرفتاری کے لئے وارنٹ جاری کر دیا جاتا ہے۔

بعض مقدمے اتنے سنگین ہوتے ہیں کہ ملزم کو ضمانت پر رہا نہیں کیا جا سکتا۔ ضمانت پر رہائی نہ ہونے کی اور بھی وجہیں ہوتی ہیں۔ مثلاً اس کا وجود خطرناک سمجھا جائے یا وہ پہلے کبھی مفرور رہ چکا ہو۔ ایسے ملزموں کو قید خانے کے اندر بند رکھا جاتا ہے اور ایسی حالت میں اس کا مقدمہ ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے شہروں میں ایک ایک پولیس کی عدالت ہوتی ہے اور بڑے بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ عدالتیں بھی ہوتی ہیں۔ صرف شہر لندن میں تیرہ عدالتیں ہیں۔ ان عدالتوں میں تنخواہ دار منصف روزانہ مقدمہ دیکھتے اور فیصل کرتے ہیں۔

بڑے بڑے شہروں میں وزیر داخلہ کے مقرر کئے ہوئے تنخواہ دار جج ان عدالتوں میں کام کرتے ہیں لیکن چھوٹے شہروں میں عموماً ایسے جج اور منصف مقدمہ سنتے ہیں جو اپنی خدمت کا معاوضہ حکومت سے نہیں لیتے۔ ان کے متعلق قاعدہ یہ ہے

کہ کم سے کم ہر مقدمہ اس قسم کے دو منصفوں کے سامنے پیش ہونا چاہیے، لیکن شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہی دونوں منصف ہفتے میں ہر روز مقدموں کو فیصل کرتے ہوں۔

(بچوں کے لیۓ عدالتیں) برطانیہ میں یہ بات اچھی ہے کہ اگر کوئی بچہ کوئی جرم کرے تو اسے پولیس کی عدالتوں میں پیش نہیں کیا جاتا بلکہ اگر ملزم کی عمر سولہ سال سے کم ہو تو اسے بچوں کے لیۓ جو عدالتیں قائم ہیں ان میں سے کسی ایک کے سامنے فیصلے کے لۓ پیش کیا جاتا ہے۔

یہ عدالتیں پرائیویٹ ہوتی ہیں اور ان کا کمرہ ہوائی گھر کے موافق رکھا جاتا ہے تاکہ جج یہ معلوم کر سکے کہ بچے نے غلطی کیوں کی ہے اگر ملزم بچے کو کسی سزا کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے جیل خانہ میں نہیں بھیجا جاتا بلکہ سدھار کے قید خانے (Reformatory) میں بھیجا جاتا ہے جہاں مجرم بچوں کو مختلف طریقوں سے سدھارنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کوارٹر سشن:۔ ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ جو زیادہ سنگین قسم کے جرائم ہوتے ہیں ان کو پولیس کی عدالتیں فیصل نہیں کرتیں بلکہ ان کو عدالت سشن یا اسائز کورٹ میں فیصل ہونے کے لۓ بھیجا جاتا ہے بعض مقدمات جو بہت زیادہ سنگین ہوتے ہیں وہ تو سشن میں بھی نہیں بلکہ سیدھے اسائز کورٹ میں فیصل ہوتے ہیں اور ان سے کم سنگین کوارٹر سشن میں مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک گروہ نے ایک مال گودام کے قفل توڑے اور وہاں سے کچھ مال اڑا لیا، پولیس اس جرم کے لۓ ان کو سشن میں پیش کرے گی اگر اس کے ساتھ ہی انھوں نے پہرہ دار پر حملہ بھی کیا اور اسے زخمی کر دیا ہے تو یہ مقدمہ اسائز کورٹ میں پیش ہوگا۔

ان سشن عدالتوں کے کام منصف (مجسٹریٹ) کے ذمے ہوتے

ہیں یہ عدالتیں قریب قریب ہر بڑے شہر میں ہوتی ہیں ان عدالتوں کا صدر ایک مجسٹریٹ ہوتا ہے اور اس کی امداد اور مشورے کے لئے چند افراد کی ایک مجلس ہوتی ہے جسے جیوری کہتے ہیں ۔ان سب لوگوں سے حلف لیا جاتا ہے کہ وہ مقدمے کے سلسلے میں سب کام سچائی اور ایمان داری سے انجام دیں گے یہی لوگ ملزم کے الزام کی موافقت اور صفائی کے لئے دونوں طرف سے گواہوں کی شہادتیں لیتے ہیں اور جب ملزم کے مجرم ہونے کا یقین ہو جاتا ہے تو اسے قانون کے مطابق سزا کا حکم سناتے ہیں۔

اسائز کورٹ:۔ ان عدالتوں میں سب سے زیادہ سنگین مقدمے پیش ہوتے ہیں مثلاً قتل کا مقدمہ ہے جو اسائز کے علاوہ کسی دوسری عدالت سے فیصل نہیں ہو سکتا۔

ان عدالتوں کا دستور العمل کچھ عجیب وغریب سا ہے، سال میں تین مرتبہ ان عدالتوں کے جج جن کو (King's Bench Division) لکھا جاتا ہے خاص خاص شہروں میں جاتے ہیں۔ ہر جج کے دورے کے لئے شہروں کی الگ الگ فہرست ہوتی ہے وہ وہاں جاتے ہیں، پہلے اور دوسرے دورے کے وقفے میں جو مقدمے اکھٹے ہو جاتے ہیں ان کو سننے کے لئے جتنی دیر ٹھہرنے کی ضرورت ہوتی ہے ٹھہرتے ہیں اور پھر دوسرے دورے پر چلے جاتے ہیں۔ فہرست کے مطابق جب ایک دورہ ختم ہو جاتا ہے تو وہ پھر دوسرا دورہ شروع کرتے ہیں، غرض وہ ایک دائرہ کی صورت میں ہر جگہ کا دورہ کرتے ہیں اور مقدموں کا فیصلہ کرتے رہتے ہیں۔

اسائز کے برابر حیثیت کی ایک اور عدالت ہوتی ہے جسے جرائم کی مرکزی

عدالت (Central Cirimnal Courts) کہتے ہیں یہ عدالت ہر مہینہ لندن میں اپنا اجلاس کرتی ہے اس کے سامنے بڑے بڑے شہروں ہی کے مقدمے پیش نہیں ہوتے بلکہ ایسے مقدمے بھی پیش ہوتے ہیں جن کا اثر مقامی ہی طور پر نہیں بلکہ سارے ملک پر پڑتا ہے۔

ان مقدموں کے علاوہ بعض ایسے مقدمات بھی یہی عدالت فیصل کرتی ہے جو مختلف وجوہ کی بنا پر اسائز میں نہیں سنے جاتے۔

اس قسم کی اسائز نام کی عدالتوں اور جرائم کی مرکزی عدالت میں ایک جج ہوتا ہے جس کی مدد کے لئے ایک جیوری ہوتا ہے۔ جیوری یہ تنقیح کرتی ہے کہ آیا ماخوذ آدمی دراصل مجرم ہے یا نہیں اگر جیوری ملزم کو مجرم قرار دیدے تو جج اسے سزا دینے کی کارروائی کرتا ہے اور اگر جیوری کی رائے میں ملزم مجرم نہیں ٹھہرتا تو اسے چھوڑ دیتا ہے۔

اسکاٹ لینڈ کی عدالتوں میں جیوری ایک تیسرے قسم کا فیصلہ بھی دیتی ہے کہ فلاں بات ثابت نہیں ہوئی۔

ان عدالتوں کے علاوہ جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے چند اور بھی قسم کی عدالتیں ہوتی ہیں جو ان عدالتوں سے مختلف کام انجام دیتی ہیں ان میں سے قصباتی عدالت (County Court) ہے جو مالی مقدموں میں شہادت کی جانچ پڑتال یا تحقیق کرتی ہے۔ یہ عدالتیں عام طور پر لین دین یا قرضے کے مقدموں کو لیتی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک ہائی کورٹ ہوتا ہے۔ اس عدالت میں زیادہ اہم مالی مقدمے فیصل ہوتے ہیں جنھیں قصباتی عدالتیں فیصل نہیں کرسکتیں، ایک اور عدالت صدر عدالت ہوتی ہے جسے (Chancery Division) کہتے ہیں۔ اس عدالت میں معاہدہ اور وراثت کے

صحیح مطلب کا فیصلہ ہوتا ہے۔ طلاق کی عدالتیں ان پیچیدگیوں کا حل کرتی ہیں جو شادی وغیرہ کے سلسلے میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان سب کے اوپر اپیل کی عدالتیں ہوتی ہیں جو ان لوگوں کی اپیل کے متعلق فیصلے دیتی ہیں جو چھوٹی عدالتوں کے فیصلوں سے غیر مطمئن اور ناکام رہتے ہیں۔ ان عدالتوں میں بڑے اور زیادہ تجربے کار جج ہوتے ہیں جو فیصلوں پر نظر ثانی کر کے اپیلوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔

سب سے اوپر اور آخری عدالت ایوانِ رؤسا ہے جو خاص خاص حالات میں ان مقدموں پر دوبارہ کارروائی کرتی ہے جو غیر معمولی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور جن میں طرح طرح کی پیچیدگیاں اور الجھاؤ ہوتے ہیں۔

مقامی حکومت

فرض کیجئے لندن سے سینکڑوں میل دور ایک گاؤں میں سڑک کی نالیوں کو وسیع کرنا ہے یا وہاں ایک بازار کھولنا ہے۔ اب ہونا تو یہ چاہیئے کہ پارلیمنٹ چونکہ تمام ملک کی ذمہ دار اور نمائندہ جماعت ہے اس لئے اسی کے اوپر اس کام کے انتظام کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے اور اسی کو یہ انتظام کرنا چاہیئے لیکن پارلیمنٹ کے کام یوں ہی کیا کم ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس کام کی ذمہ داری اسی کے اوپر ہے لیکن متعدد اسباب کی بنا پر وہ اس سوال پر غور نہیں کرتی۔ اول تو یہ کہ اتنے دور دراز مقام کے حالات سے اسے پوری پوری واقفیت نہیں ہو سکتی کہ جو کام پیش نظر ہے اس کی کس حد تک ضرورت ہے اور کس حد تک نہیں۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ پارلیمنٹ وہاں کے باشندوں کو بلا کر ان کی اس معاملے میں شہادت اور رائے

لے اور اس کے مطابق کام کرے لیکن یہ اتنا طول طویل قصہ ہے کہ اس میں وقت الگ ضائع جائے گا، اور روپیہ ضرورت سے زیادہ خرچ ہوگا ان مشکلات کے پیش نظر یہ حل سوچا گیا ہے کہ پارلیمنٹ صرف قومی پالیسی اور اہم ملکی معاملات کا فیصلہ کرے اور مقامی معاملات کے تصفیے اور تعمیل کے لئے مقامی حکومتیں (مقامی کمیٹیاں) بنادی جائیں تاکہ کسی مقام سے تعلق رکھنے والے معاملات وہیں کے وہیں طے ہو جایا کریں۔

یہ طریق کار بہت اچھا ہے اس سے ایک طرف یہ فائدہ ہے کہ پارلیمنٹ کو ملکی اور اہم معاملات پر غور کرنے کے لئے کافی موقع مل جاتا ہے جن کا پوری قوم سے تعلق ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ آسانی ہو جاتی ہے کہ مقامی معاملات آسانی اور خوش اسلوبی سے انجام پا جاتے ہیں اور یہ معاملات چونکہ وہاں کے باشندوں کی اپنی مرضی اور اختیار سے انجام پاتے ہیں اس لئے سب لوگ مطمئن بھی رہتے ہیں۔

اس طریقۂ انتظام کو جس کی رو سے مقامی کمیٹیوں کو اپنے متعلقہ معاملات کو ہاتھ میں لینے کا اختیار ملتا ہے مقامی حکومت (لوکل گورنمنٹ) کہتے ہیں مقامی کمیٹیوں کو یہ اختیار بتدریج حاصل ہوا ہے۔ آج کل برطانیہ میں مقامی حکومتوں کا ایک جال سا پھیلا ہوا ہے، تمام ملک جس میں ویلز کا علاقہ بھی شامل ہے مقامی حکومتوں کے لحاظ سے حسب ذیل طریقہ پر تقسیم کیا گیا ہے۔

علاقہ کمیٹیاں	۶۱	Administrative Counties
قصباتی کمیٹیاں	۸۳	County Borough

علاقہ کمیٹیوں کے اندر یہ تقسیم ہے

قصباتی علاقے	۳۰۰	Non-county Borough

شہری ضلعے	۶۰۰	Urban District.
دیہاتی ضلعے	۴۷۹	Rural District.

قصباتی کمیٹیاں اپنے علاقہ میں مقامی معاملات پر مکمل اختیار رکھتی ہیں اور علاقہ کی کمیٹیوں کا عمل درآمد قصباتی اور دیہاتی حلقوں میں ہے پھر دیہاتی حلقوں کی مزید تقسیم چھوٹے چھوٹے حصوں میں ہے جن کو پیرشش (Parish) کہتے ہیں۔

لندن کی مقامی حکومت' لندن کی علاقہ کونسل (London County Council) اور ۲۸ قصباتی یا شہری کونسلوں کے ماتحت ہے لیکن خاص شہر کا حصہ بیشتر شہر لندن کی مشترکہ کونسل (Common council of the City of London.) کے ماتحت ہے۔

قصباتی کمیٹیوں کے صدر میئر اور لارڈ میئر کہلاتے ہیں اور دوسری کمیٹیوں یا کونسلوں کے صدر کو چیرمین کہتے ہیں۔

ان سب کا انتخاب عوام کی رائے دہندگی سے ہوا کرتا ہے اور ایک انجمن بنتی ہے جو مقامی گورنمنٹ بورڈ' مقامی تعلیمی بورڈ کے کام کی ذمہ دار ہوتی ہے اور ہوم آفس' وزیر صحت' وزیر زراعت وغیرہ کو جواب دہی کرتی ہے ہر ایک کمیٹی اپنے کام کو چلانے کے لئے خرچ کے واسطے روپیہ مقامی ٹیکس یا چنگی سے خود وصول کرتی ہے یا اپنے سے زیادہ اختیار رکھنے والے محکمے کے ذریعہ وصول کرتی ہے۔

مقامی حکومت کے فرائض

ملکی حکومت جو محصول وصول کرتی ہے اسے ٹیکس کہتے ہیں اور ضلع کی مقامی حکومت کو جو ٹیکس ادا کیا جاتا ہے اسے ریٹ کہتے ہیں۔ یہ ریٹ کا تخمینہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ ایک شخص جس مکان پر قابض ہے وہ کتنا بڑا ہے اس بات کا فیصلہ کرنے کے لئے کون کتنا محصول ادا کرے گا اس شخص کی جائے رہائش کی قیمت کا اندازہ لگایا جاتا ہے اس طرح جو محصول مقرر کیا جاتا ہے اسے ہم ٹیکس بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ ٹیکس تقریبًا اس مکان کے سال بھر کے کرائے کے برابر ہوتا ہے ٹیکس میں سے وہ رقوم منہا کر دی جاتی ہیں جو مالک مکان مکان کی مرمت وغیرہ پر صرف کرتا ہے

پہلے ضلع ممبر کے تمام مکانوں کی مالیت کا اندازہ لگایا جاتا ہے اگر ایک مکان کی مالیت کا اندازہ ۵۰ پونڈ لگایا جائے تو اس پر ریٹ کی شرح ۱۰ شلنگ فی پونڈ ہوگی تو اس طرح مالک مکان سال بھر میں ۲۵ پونڈ مقامی حکومت کو صرف اس لئے ادا کرے گا کہ وہ اس حکومت کے دائرہ اختیار میں رہائش رکھتا ہے۔

اس رقم میں عام طور پر پانی کا ریٹ شمار نہیں ہوتا اگر لوکل کمیٹی پانی کی فراہمی کا انتظام مشین وغیرہ لگا کر خود کرتی ہے تو یہ ریٹ بھی ٹیکس میں شمار کیا جاتا ہے لیکن عام طور پر لوگوں کو پانی بجلی اور گیس وغیرہ کے لئے الگ ریٹ ادا کرنے پڑتے ہیں، مثلاً لندن کے شہر میں پانی کی فراہمی کے لئے ایک الگ بورڈ ہے اس کے لئے لوگوں کو مزید رقم الگ سے ادا کرنی پڑتی ہے اب سوچنے کی یہ بات ہے کہ آیا لوگوں کی یہ پریشانی حق بجانب ہے

کہ انھیں زیادہ ریٹ دینے پڑتے ہیں، ہاں! لوگوں کو اکثر یہ کہتے ہوئے سنا جاتا ہے کہ ریٹ زیادہ ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر لوگ ریٹ کی زیادتی کی شکایت کرتے ہیں تو یہی سمجھ بھی لیا جائے کہ ریٹ زیادہ ہیں اس لئے کہ ریٹ خواہ کسی شرح سے کیوں نہ لگایا جائے کچھ نہ کچھ لوگ تو ان کے خلاف ہمیشہ شکایت کرتے رہتے ہیں۔

بعض کمیٹیاں زیادہ خرچ کرنے کی خواہش مند ہو سکتی ہیں تاکہ ان کے یہاں شاندار ٹاؤن ہالوں اور پارکوں کی تعمیر ہو سکے یا ان کے ماتحت جو حکام کام کرتے ہیں ان کو اعلیٰ تنخواہیں دی جائیں، مگر بعض کمیٹیاں اس کے برعکس کم خرچ میں اپنا کام چلانا پسند کریں گی اور ان کے مدنظر یہ خیال ہوگا کہ لوگوں سے وصول کی ہوئی رقم سے ان کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے، اس کے لئے ایک مقامی گورنمنٹ بورڈ ہے جو ان پر سخت نگرانی رکھتا ہے تاکہ ان کے جائز و ناجائز مطالبات کا پتہ چل سکے۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ محصول ادا کرنے والے سال میں جو ۲۵ پونڈ مقامی حکومت کو ادا کرتے ہیں، اس کے عوض میں انھیں حاصل کیا ہوتا ہے دیہاتی رقبوں کو چھوڑ کر ہر قصبے اور شہر میں لوگوں کے گھروں کی گندگیاں خاک روب صاف کرتے ہیں۔ سڑکیں، سیڑھیاں، فرش وغیرہ اچھی حالت میں رکھے جاتے ہیں، سڑکوں پر روشنی کی جاتی ہے، پہرہ دینے کے لئے پولیس پر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے، غریبوں اور بے گھر لوگوں کی امداد کے لئے سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں اور اسی طرح کی صدہا خدمات انجام دی جاتی ہیں۔

ان مقامی کمیٹیوں کی طرف سے لوگوں کے آرام اور فائدہ کے لئے

جو کام انجام دیے جاتے ہیں ان کا مختصر سا حال ذیل میں دیا جاتا ہے۔

(۱)، ایک فائر بریگیڈ رکھا جاتا ہے جب کہیں آگ لگ جاتی ہے تو یہ پانی کی ٹنکیاں لے کر وہاں فوراً آگ بجھانے پہنچ جاتا ہے لوگ عام طور پر اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے چونکہ اس بات کا یقین رہتا ہے کہ حکومت کی طرف سے آگ بجھانے کا انتظام ہے اس لئے لوگوں کو اطمینان رہتا ہے روزانہ قریب قریب دو بار اس انجن کو مدد کے لئے بلایا جاتا ہے

(۲)، ایک صحت کا محکمہ ہوتا ہے یہ محکمہ جابجا ہسپتال قائم کرتا ہے، بیماروں کے علاج کے لئے جابجا دوا دینے کے مرکز قائم کرتا ہے اور مریضوں کی تشخیص کے لئے مطب (Cilinics) کھولتا ہے ضلع کے تمام ہسپتالوں اور مطبوں میں بیماروں کی دیکھ بھال اور تیمار داری کے لئے ایک خاص تعداد میں دائیاں (Nurses) ملازم ہوتی ہیں اور بیماروں اور زخمیوں کی فوری امداد کے لئے موٹر کاریں چلتی رہتی ہیں۔

(۳)، لوگوں کی تعلیم کے لئے ہر شہر میں ایک درجن کے قریب ابتدائی اسکول، غریب لوگوں کی تعلیم کے لئے دو ایک امدادی اسکول، ایک دستکاری کا اسکول، ایک آرٹ اسکول اور دو تین ہائی اسکول چلتے ہیں۔

(۴)، پبلک کے لئے کتب خانوں اور ریڈنگ روم کا انتظام کیا جاتا ہے

(۵)، لوگوں کے غسل اور تیراکی کی تفریح کے لئے چھوٹے چھوٹے تالاب تعمیر کئے جاتے ہیں۔

(۶)، قبرستان وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔

(۷)، ہر جگہ آٹھ آٹھ پارک ہوتے ہیں، ان کا انتظام اور حفاظت کی جاتی ہے

(۸)، جابجا کھلے میدان رکھے جاتے ہیں تاکہ اس میں لوگ فرصت کے

وقت آکر آرام سے بیٹھ سکیں اور بچے کھیل کود سکیں۔

(۹) پھر کھیل کے میدان ہوتے ہیں، جہاں کرکیٹ، فٹ بال، ٹینس وغیرہ کے کھیل ہوتے ہیں۔

(۱۰) ان میدانوں کے علاوہ بہت سے دوسرے میدان ہوتے ہیں جو ٹھیکے یا کرایہ پر اٹھائے جاتے ہیں

(۱۱) کمیٹی کی طرف سے ہر شہر میں آٹھ دس سو مکان ہوتے ہیں جس میں غریب اور قلیل آمدنی کے لوگ رہتے ہیں، کمیٹی کم آمدنی کے لوگوں کو پیشگی رقم بطور قرضہ بھی دے کر امداد کرتی ہے تاکہ وہ لوگ اپنے لئے رہائشی مکان خرید سکیں یا تعمیر کر سکیں۔

ان کے علاوہ مقامی کمیٹیاں گھروں کے استعمال کے لئے پانی کا بھی انتظام کرتی ہیں، پھر زمین دوز نالوں کا انتظام ہے ان تمام کاموں پر بہت کافی صرفہ آتا ہے جو محصول کی آمدنی سے پورا کیا جاتا ہے۔

یہ تمام فوائد لوگوں کو اس محصول (ریٹ) کے بدلے میں حاصل ہوتے ہیں جن کی شرح وغیرہ کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کمیٹیوں کی طرف سے لوگوں کے لئے جو کام کئے جاتے ہیں ان کو دیکھ کر معلوم ہوگا کہ جمہور کا روپیہ جمہور ہی کے فائدے کے لئے صرف کیا جاتا ہے۔

امور نو آبادیات

دنیا کے مختلف اطراف میں بہت سے ملک برطانیہ کے قبضے میں ہیں
ان تمام ممالک کو ملاکر سلطنت برطانیہ بنی ہے۔ اس سلطنت سے برطانیہ کو بہت سے
فائدے ہیں۔ انگلستان کے سب لوگ انگلستان میں نہیں رہتے، برطانیہ کے بہت
سے لوگ ان ماتحت ملکوں میں رہتے ہیں اور ملازمت یا کاروبار کرتے ہیں
جو لوگ انگلستان میں رہتے ہیں ان کے بہن، بھائی، باپ اور دوسرے رشتہ دار
ان ماتحت ملکوں میں رہتے ہیں غرض ان ماتحت ملکوں کی بھی انگلستان میں بڑی
اہمیت ہے۔ آئیے دیکھیں کہ ان ماتحت ملکوں پر کیسے حکمرانی کی جاتی ہے اور
برطانیہ سے تعلق قائم رکھنے کے لئے کیا کیا تدبیریں کی جاتی ہیں۔

ان ماتحت ملکوں کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں، ایک تو وہ ممالک ہیں جو اپنی
حکومت آپ سنبھالنے کے قابل ہیں اور اس لئے ان کو اپنے ملکوں کا انتظام
سپرد کر دیا گیا ہے اور وہ اپنے معاملات میں آزاد ہیں، دوسرے وہ ممالک ہیں
جن سے یہ امید نہیں ہے کہ وہ اپنا کام آپ کر سکیں گے اور اسی لئے ان کا ہر کام
براہ راست برطانوی پارلیمنٹ کی رہنمائی اور نگرانی میں ہوتا ہے۔

اپنے ملک پر آپ حکومت کرنے والے ملک کنیڈا، نیوزی لینڈ، جنوبی
افریقہ کی یونین اور آسٹریلیا ہیں۔ ہر ملک میں ایک پارلیمنٹ ہے جو تمام امور
کے متعلق فیصلہ کرتی ہے۔ اس پارلیمنٹ کو ملک میں مکمل اختیارات حاصل ہیں
مگر ان سب باتوں کے باوجود ہر ملک میں ایک گورنر جنرل ضرور ہوتا ہے جو اس
ملک میں بادشاہ کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ گورنر جنرل ملک کی کابینہ، وزارت کا رکن
نہیں ہوتا اس لئے وہاں کی سیاسی پالیسی کی رہنمائی اس کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔

ہندوستان بھی برطانوی سلطنت کے ماتحت ہے مگر یہاں کی حکومت اپنے آپ حکومت کرنے والوں ملکوں کی سی نہیں ہے یہ بات تو ہے کہ ہندوستان میں بھی پارلیمنٹ کے دو ایوان ہیں مگر ان ایوانوں کے باوجود یہاں ایک گورنر جنرل ہوتا ہے اور پھر اس کے ماتحت صوبوں میں ایک ایک گورنر ہوتے ہیں ان پارلیمنٹوں میں کوئی بل اس وقت تک قانون نہیں بن سکتا جب تک گورنر جنرل اور گورنر ان کی منظوری نہ دے دیں یہاں بادشاہ کی نمائندگی کرنے والا ایک وائسرائے[1] ہوتا ہے اور تمام معاملات پارلیمنٹ کی کابینہ وزارت کے ایک ممبر جسے وزیر ہند کہتے ہیں کے توسط سے براہ راست پارلیمنٹ کی طرف سے طے پاتے ہیں۔

اب ایک نیا قانون ۱۹۳۵ء میں بنا ہے جس سے ہر صوبے کی حکومت الگ الگ ہو گئی ہے۔ ان صوبوں میں ذمہ دار پارلیمنٹیں قائم ہو گئی ہیں (جن کے کسی صوبہ میں دو ایوان ہیں اور کسی میں ایک ہی ایوان ہے) اس قانون کی رو سے اب گورنر صوبوں کی حکومتوں میں بادشاہ کی نمائندگی کرتا ہے گورنروں کے ماتحت وزیر ہوتے ہیں جو اپنے اپنے کام کے لئے پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں لیکن گورنروں کو اب بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ وزیروں کے جس کام کو چاہے نامنظور کر دے

سلطنت برطانیہ کے یہ تو بڑے بڑے حصے ہیں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے اور چالیس ملک ہیں جن میں ایک کی لمبائی تو تین میل سے بھی کم ہے، یہ چھوٹے چھوٹے ملک شاہی

---

[1] گورنر جنرل ہی بادشاہ کی نمائندگی بھی کرتا ہے اس لئے اسی کو وائسرائے بھی کہتے ہیں۔

نوآبادیات (Crown Colonies) کہلاتے ہیں، ان ملکوں میں ذمہ دار خود مختار حکومتیں قائم کرنا بہت مشکل ہے اور قریب قریب ناممکن ہے اس لئے وہاں کے انتظام کے لئے ایک قسم کی مقامی حکومتیں قائم کردی گئی ہیں، یہ مقامی حکومتیں ایک گورنر کے ماتحت ہوتی ہیں، یہ گورنر وزیر نوآبادیات کے ماتحت ہوتا ہے اور وزیر نوآبادیات پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔

یہ نوآبادیاں خواہ وہ چھوٹے علاقے ہوں یا بڑے بڑے ملک، قریب قریب ہر معاملے میں اپنے پیروں پر آپ کھڑی ہوتی ہیں یعنی وہ اپنے انتظام و انصرام کے لئے اپنے ہی ملک کے ذرائع پر بھروسہ رکھتی ہے، البتہ کبھی کبھی جب خاص حالات کے ماتحت مالی مشکلیں پیش آجاتی ہیں تو انگلستان ان کی مدد کے لئے تیار رہتا ہے۔

نوآبادیاں دوسرے ملکوں کے پاس بھی ہیں، لیکن یہ ملک اپنی نوآبادیوں کو اپنی دولت میں اضافہ کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں لیکن سلطنت متحدہ برطانیہ میں یہ بات نہیں ہے، انگلستان کی ترقی اور بہبودی کے لئے کسی نوآبادی سے روپیہ نہیں کھینچا جاتا، اس لئے کہ انگریز اس اصول کے پابند ہیں کہ جب تک ملک کی حکومت میں کسی کی آواز نہ ہو اس وقت تک حکومت کو اس سے روپیہ کھینچنے کا حق نہیں پہنچتا اور نوآبادیات میں سے کوئی نوآبادی چونکہ انگلستان کی حکومت میں کوئی آواز نہیں رکھتی اس لئے وہ (نوآبادی) اس حکومت کے محصول عاید کرنے کے اختیار سے باہر اور آزاد ہے۔

برطانیہ اپنے ان سمندر پار کے ملکوں اور نوآبادیوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اس لئے کہ وہ سب ملک معظم کے وفادار ہیں۔ سلطنت کے مقصد میں ہمارے شریک ہیں۔

اور سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ انسانوں کی اتنی بڑی بستی ایک لامحدود طاقت رکھتی ہے۔

امورِ خارجہ

ہم اخبارات میں روزانہ اس قسم کی خبریں پڑھتے ہیں کہ آج برطانیہ نے اٹلی سے معاہدہ کر لیا آج امریکہ سے سمجھوتہ ہو گیا، آج ترکی سے صلح مصالحت کی بات چیت پکی ہو گئی۔

تعجب ہوتا ہے کہ یہ مختلف ملکوں کی حکومتوں سے یہ سمجھوتے کیسے ہو جاتے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ویسٹ منسٹر کے محلوں میں بیٹھ کر کوئی مسولینی کو خط لکھتا ہے اور مسولینی کا کوئی سکرٹری اس خط کا جواب لکھتا ہے۔

اصل میں ہوتا یہ ہے کہ ہر ملک کی حکومت میں ایک محکمہ باہری معاملات کو سمجھنے اور ان سے نمٹنے کے لئے ہوتا ہے۔ برطانیہ میں اس محکمے کو محکمۂ امورِ خارجہ کہتے ہیں اور اس محکمے کا جو وزیر ہوتا ہے اسے وزیرِ خارجہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس وزارت کا دفتر بھی ڈاؤننگ اسٹریٹ میں ہوتا ہے

اب ہر ملک میں ایک دوسرے ملک کے سفیر مقرر کر کے بھیجے جاتے ہیں جو اس ملک میں دفتر بنا کر قیام کرتے ہیں، برطانیہ نے اس قسم کے جو سفیر اور نمائندے دوسرے ملکوں میں مقرر کئے ہیں ان کی کل تعداد ۵۹ ہے، اسی طرح خود لندن میں دوسرے ملکوں کے بھیجے ہوئے سفیروں اور نمائندوں کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔

اب فرض کیجئے کہ برطانوی حکومت کو فرانس کی حکومت کے ساتھ کسی ضروری امر پر بات چیت کرنی ہے، اس بات چیت کے دو طریقے ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ برطانوی وزارتِ خارجہ کے ذمہ دار ارکان لندن کے فرانسیسی سفارت خانے میں جائیں اور فرانسیسی سفیر سے اپنی بات کہیں، اب

اس بات کی رپورٹ فرانسیسی سفیر اپنے ملک کی حکومت کو کرے گا اور وہاں سے جو جواب آئے گا اس کے مطابق کارروائی کرے گا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ برطانیہ کا دفتر خارجہ اپنے فرانس کے سفیر کو ہدایت لکھے کہ وہ اس قسم کی گفتگو فرانسیسی حکومت سے کرے اور اس ہدایت پر برطانوی سفیر یہ پیغام فرانسیسی حکومت کو پہنچا دے۔

ان سفارت خانوں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے یہ اپنے اپنے ملک کے حصے سمجھے جاتے ہیں، مثلاً لندن میں فرانس کا سفارت خانہ فرانس کا ایک حصہ سمجھا جاتا ہے اور جوں ہی لندن کا کوئی باشندہ فرانسیسی سفارت خانے کے اندر قدم رکھتا ہے اس کے اوپر فرانس کے قانون عاید ہو جاتے ہیں۔ فرانسیسی سفارت خانے میں جب تک وہ رہے گا اس وقت تک اس کے اوپر لندن یا برطانیہ کے قانون نہیں چلیں گے۔

سفارت خانے ایک سفیر کے چارج میں ہوتے ہیں، ان کے نیچے نائب سفارت خانے اور پھر ان سے بھی نیچے درجے کے سفارت خانے ہوتے ہیں جن کو قونصل خانہ کہا جاتا ہے۔

یہ قونصل خانے ملک کی راجدھانی سے کم اہم شہروں میں ہوتے ہیں اور اسی لئے ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ان قونصل خانوں کے ماتحت بھی نائب قونصل خانے ہوتے ہیں۔ جو چھوٹے چھوٹے مگر اہم شہروں میں قیام کرتے ہیں۔

محکمہ خارجہ کے کام بہت پیچیدہ اور مشکل ہوتے ہیں، وزیر خارجہ بادشاہ کو مشورہ دیتا ہے کہ فلاں طاقت سے جنگ کی جائے اور پھر یہی یہ مشورہ دیتا ہے کہ کس سے کب صلح کی جائے۔ جو لوگ ملک سے باہر کسی

دوسرے ملک میں جانا چاہتے ہیں ان کو اسی دفتر سے پروانۂ راہ داری ملتا ہے جس کے بغیر کسی دوسرے ملک کا سفر نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ پروانۂ راہ داری لے کر دوسرے ملکوں کا سفر کرتے ہیں انھیں دوسرے ملکوں میں اپنے ملک کے سفارت خانوں، نائب سفارت خانوں اور قونصل خانوں سے بہت مدد مل سکتی ہے فرض کیجیے کوئی شخص کسی دوسرے ملک میں سفر کر رہا ہے مگر اس کا سارا مال و متاع لوٹ لیا گیا ہے اور وہ بڑی مصیبت میں ہے اگر وہ اس ملک میں رہنے والے اپنے ملک کے سفارت خانوں اور قونصل خانوں کو اپنی اطلاع دیدے اور ان کے یہاں چلا جائے تو اس کی ساری مصیبتیں دور ہو جائیں گی۔

سیاسی گروہ

اس کتاب میں مختصر طور پر یہ بتلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ برطانیہ میں کس قسم کی حکومت قائم ہے اور وہاں کے باشندوں کی آزادی اور حقوق کا کس طرح تحفظ کیا جاتا ہے مگر اس ذرا سی کتاب میں ان باتوں کو تفصیل سے نہیں بتایا جا سکتا تھا اس لئے کوشش یہ کی گئی ہے کہ باتیں سب آ جائیں مگر مختصر طور پر تاکہ تفصیل کی وجہ سے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

ہم پہلے ملک کی مختلف سیاسی پارٹیوں کا مختصر ذکر کر آئے ہیں مگر یہاں اس چیز کو ذرا پھیلائیں گے۔

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ پارلیمنٹ کے کچھ ممبر رجعت پسند ہوتے ہیں کچھ آزادی پسند کچھ مزدور پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں کچھ لوگ قومی گروہ سے اور کچھ اشتراکی گروہ سے اگر سمجھنا یہ ہے کہ آخر ایک ہی ملک میں جہاں سب لوگوں کو برابری کے حق

حاصل ہیں یہ مختلف گروہ کیوں ہیں۔

اصل میں یہ الگ الگ گروہ الگ الگ خیالات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں تاہم ان الگ الگ خیالات کے مطابق ہر ملک کے باشندوں کو دو مختلف گروہوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کے موجودہ نظام کو جوں کا توں دیکھنا چاہتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو اس نظام میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کرنا پسند کرتے ہیں۔ مختلف خیالات کے لوگ اپنے آپ کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر لیتے ہیں پہلے قسم کے خیالات رکھنے والوں کو رجعت پسند اور دوسرے قسم کے لوگوں کو آزادی پسند کہا جا سکتا ہے۔ برطانیہ میں پہلے گروہ کو کنسرویٹو یا ٹوری اور دوسرے گروہ کو لبرل کہتے ہیں۔

برطانیہ کی پارلیمنٹ میں پہلے یہی دو سیاسی پارٹیاں تھیں لیکن بعد میں چند اور سیاسی گروہ بھی پیدا ہو گئے، مثلاً مزدور پارٹی، اشتراکی پارٹی اور قومی گروہ

مزدور پارٹی کا زاویہ نگاہ رجعت پسند اور لبرل گروہ کے لوگوں سے مختلف ہے، مزدور پارٹی کے نمائندے یہ چاہتے ہیں کہ ملک کے اندرونی نظام اور خارجی پالیسی کا تعین مزدوروں کے فائدے کو مدنظر رکھ کر طے کرنا چاہیئے، خواہ اس طریق عمل سے اعلیٰ طبقوں کو زیادہ قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔

مزدور پارٹی کا یہ نقطۂ نظر اس وجہ سے ہے کہ جہاں مشینوں وغیرہ کی ترقی سے کارخانوں کے مالکوں، سول ملازموں، تاجروں اور بنکوں کے مالکوں کی حالت بہتر ہوئی ہے وہاں ملک کے ان مزدوروں کی حالت ابتر ہو گئی ہے جن کی محنت کی بدولت مشینوں سے فائدہ ہوتا ہے۔

مزدور پارٹی کے خیالات بہت وسیع ہیں، وہ جہاں مزدوروں کا بہبود چاہتی ہے وہاں وہ نو آبادیوں سے بھی بہتر سلوک روا رکھنا چاہتی ہے

ہندوستان آزاد نہیں ہے، مزدور پارٹی ہندوستان کو بھی وہی حقوق دینا چاہتی ہے جو کنیڈا، جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا کو حاصل ہیں یعنی یہ کہ ہندوستان کی پارلیمنٹ بھی اپنے ملکی انتظامات میں آزاد ہو۔

یہ پارٹی عالمگیر جنگ کی مخالف ہے اس لئے کہ اس کے خیال کے مطابق جنگ سے دنیا کے مزدوروں ہی کا نقصان ہوتا ہے۔

اشتراکی پارٹی برطانیہ میں اتنی طاقت ور نہیں ہے جتنی مزدور پارٹی یا دوسری پارٹیاں، اشتراکی پارٹی برطانیہ کے سب باشندوں کے درمیان اقتصادی مساوات قائم کرنا چاہتی ہے اور ان کی خارجہ پالیسی کا رجحان اس طرف ہے کہ دنیا کے تمام ملکوں میں برابری اور دوستی کے تعلقات قائم ہوں تاکہ دنیا پر جنگ کی لعنتوں کی جگہ امن وامان کی برکتیں نازل ہوں۔

یورپ کے دوسرے ممالک جرمنی، اٹلی، روس وغیرہ اسلحہ بندی پر بہت روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اپنی طاقت دن بدن مضبوط کر رہے ہیں، اس صورت حال کو دیکھ کر برطانیہ میں بھی قومی گروہ کے نام سے ایک زبردست طبقہ پیدا ہوگیا ہے، یہ گروہ جہاں برطانیہ میں ایک ایسا اقتصادی نظام قائم کرنا چاہتا ہے جس کے ماتحت ایک شخص اپنی جائداد کی طاقت سے مزدوروں کی محنت کو اپنے فائدے کے لئے استعمال نہ کر سکے، وہاں وہ نوآبادیوں کو مکمل طور پر آزاد بھی دیکھنا چاہتا ہے، تاکہ ایک ملک دوسرے ملک پر حکومت کر کے اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ وہ اپنے ملک کی فوجی طاقت کو بڑھانا چاہتا ہے اور مزدور اور اشتراکی پارٹی کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ کہیں ان کی پالیسی ملک کے لئے خطرناک ثابت نہ ہو۔

پارلیمنٹ میں ان مختلف سیاسی پارٹیوں کے وجود کا یہ مطلب نہیں ہر

کہ برطانیہ کے لوگوں میں قومی اتحاد اور اتفاق نہیں ہے، بلکہ ان کا یہ فائدہ ہے
کہ جس پارٹی کی حکومت ہوتی ہے اس پر دوسری سیاسی پارٹی ہر وقت نکتہ
چینی کرتی رہتی ہے۔ اس سے یہ خطرہ جاتا رہتا ہے کہ وہ حکومت کہیں بالکل خود
مختار نہ ہو جائے، طاقت کے نشے میں غلطی نہ کرنے لگے۔

برطانیہ کی پارلیمنٹ کی برسر اقتدار پارٹی دوسرے ملکوں (جرمنی
اٹلی روس) کی طرح اپنی مخالف پارٹیوں کو بالکل نیست و نابود نہیں کر دینا چاہتی
اسے وہ برطانیہ کے باشندوں کی آزادی کے خلاف سمجھتی ہے۔ برطانیہ میں یہ
ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہے کہ وہ اپنے سیاسی خیالات کا آزادی سے اظہار کر سکے
برطانیہ کے شہریوں میں قوم پرستی کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے، وہ اپنی
زندگی کو فضول سمجھتا ہے، اگر وہ مصیبت کے وقت ملک کے کام نہ آ سکے یہی
وجہ ہے کہ برطانیہ میں جبری فوجی بھرتی کے قانون کی بھی ضرورت بہت کم
ہوتی ہے، اس لئے کہ وہاں کے شہری جہاں اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے
جان تک دینے کو تیار رہتے ہیں، وہاں اپنے فرائض کو بھی محسوس کرتے
ہیں اور انھیں ہر وقت انجام دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔